﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:74) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل:80)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :- نصیر احمد قمر

جلد22 — جمعۃ المبارک27فروری 2015ء — شمارہ09

08/جمادی الاوّل 1436 ہجری قمری ❁ 27/تبلیغ 1394 ہجری شمسی

کامل دین

ایک یہودی نے حضرت عمرؓ سے کہا: تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے جو تم پڑھتے ہو۔ اگر ہم یہود پر وہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید کے طور پر مناتے۔ وہ آیت ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ......حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمیں وہ دن معلوم ہے اور وہ جگہ بھی جہاں یہ آیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ وہ جمعہ کا دن تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں کھڑے تھے۔ (یعنی دو عیدیں جمع ہوگئی تھیں۔)

(صحیح بخاری کتاب الایمان باب زیادۃ الایمان حدیث نمبر 43)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

خدا تعالیٰ کو شناخت کرنے کا طریق۔ دیدار یا گفتار

ایک دہریہ سے ملاقات کے دوران فرمایا: ’’طبائع میں اختلاف ہوتا ہے۔ بعض طبائع میں ایسی استعداد ہوتی ہے کہ وہ حق کے قبول کرنے میں جلدی کرتی ہیں اور بعض ایسی بھی ہوتی ہیں کہ حق ان کی سمجھ میں تو آجاتا ہے مگر دیر بعد اور بعض ایسی بھی ہیں کہ ان میں قبول حق کی استعداد دبتے دبتے ایک وقت بالکل زائل ہی ہو جاتی ہے۔ **خدا تعالیٰ جس کا وجود مخفی در مخفی اور نہاں در نہاں ہے ہم نے اس کو ایسا نہیں مانا کہ وہ ایک ہیولیٰ ہے۔** ایسا ایک انسان جس کو سچا شوق، حقیقی جوش اور دلی تڑپ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کو پہچانے اس کے لئے تمام گزشتہ قصص اور واقعات پر نظر ڈال کر غور کرنا ازبس مفید ہو سکتا ہے۔ تاریخ ایسے انسان کے واسطے رہبری کر سکتی ہے۔ **تاریخ اور تمام واقعات سلف بجز اس کے اور کوئی راہ نہیں بتاتے کہ خدا کو خدا کے عجائبات قدرت اور تصرّفات سے جو کہ وہ بذریعہ اپنے الہامات، وحی اور مکالمات دنیا پر ظاہر کرتا ہے پہچان سکتے ہیں۔ اس راہ سے بڑھ کر اور کوئی یقینی راہ خدا تعالیٰ کی شناخت کی ہرگز نہیں ہے۔** جن لوگوں کو وہ خاص کر لیتا ہے اور حصۂ معرفت ان کو عطا کرتا ہے ان پر وہ مکالمہ مخاطبہ کا فیضان جاری کرتا ہے۔ مشتاق کی تسلّی اور تسکین کے لئے دیدار یا گفتار دو ہی چیزیں ہیں۔ جہاں دیدار نہیں ہو سکتا وہاں گفتار دیدار کی جا بجا اور قائم مقام ہو جاتی ہے۔ ایک مادرزاد نابینا گفتار ہی کے ذریعے شناسائی کر سکتا ہے۔ **اللہ تعالیٰ چونکہ غیر محدود ہے اور اس کی ذات ایسی نہیں کہ اس کی رؤیت اور دیدار جسمانی چیزوں کی طرح ہو سکے۔ اس واسطے اُس نے اپنی گفتار جس کو بالفاظ دیگر الہام، وحی، مکالمات کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے، دیدار کے قائمقام رکھ دی ہے۔** کم ہیں جن کو دیدار ہوتا ہو۔ اکثر گفتار ہی کے ذریعہ تسلّی پاتے اور طمانیت حاصل کرتے ہیں۔

یہ کیونکر معلوم ہو کہ وہ گفتار جو انسان سنتا ہے واقعی خدا کا کلام ہے کسی اور کا نہیں

اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ بھلا یہ کیونکر معلوم ہو کہ وہ گفتار جو انسان سنتا ہے واقعی خدا کا کلام ہے کسی اور کا نہیں؟

سو اس کے لئے یاد رکھنا چاہئے کہ **خدا تعالیٰ کے کلام کے ساتھ خدائی طاقت، جبروت اور عظمت ہوتی ہے۔** جس طرح تم لوگ ایک معمولی انسان اور بادشاہ کے کلام میں فرق کر سکتے ہو اسی طرح اس احکم الحاکمین کے کلام میں بھی شوکت وسطوت سلطانی ہوتی ہے جس سے شناخت ہو سکتی ہے کہ واقعی یہ کلام بجز خدائے عزّ وجل کے اور کسی کا نہیں۔

دوسرا بڑا بھاری نشان اس شناخت اور تمیز کا یہ ہوتا ہے کہ جس انسان سے خدا تعالیٰ کلام کرتا ہے وہ خالی نہیں ہوتا بلکہ اس میں بھی خدائی شان جلوہ گر ہوتی ہے اور وہ بھی ایک گونہ خدائی صفات کا مظہر اور جلوہ گاہ ہوتا ہے۔ اس میں وہ لوازم پائے جاتے ہیں۔ اس میں ایک خاص امتیاز ہوتا ہے۔ علوم غیبی جو سفلی خیالات کے انسانوں کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتے وہ ان کو عطا کئے جاتے ہیں۔ اس کی دعائیں قبول کر کے اس کو اطلاع دی جاتی ہے اور اس کے کاروبار میں خاص نصرت اور مدد کی جاتی ہے اور جس طرح خدا سب پر غالب ہے اور اس کو کوئی جیت نہیں سکتا اسی طرح انجامکار وہ بھی غالب اور ہر طرح سے مظفر ومنصور اور کامیاب وبامراد ہو جاتے ہیں۔ **غرض یہ نشان ہوتے ہیں جن کے ذریعہ سے عقلمند انسان کو ضرورتاً ماننا ہی پڑتا ہے کہ خدا بھی ضرور ہے۔**

مصنوعات سے صانع کو پہچاننے اور شناخت کرنے کی راہ ادھوری ہے

ہمیں ایسے لوگوں سے بھی گفتگو اور ملاقات کا اتفاق ہوا ہے جو مصنوعات سے صانع کو پہچاننے اور شناخت کرنے کی راہ اختیار کرتے ہیں اور اس طریق کو ہم نے آزمایا بھی ہے۔ مگر یاد رکھو کہ یہ راہ ٹھیک نہیں، ادھوری ہے۔ **اس راہ سے انسان کو حقیقی معرفت اور یقین کامل جو انسان کی عملی حالت پر اثر ڈال سکے ہرگز ممکن نہیں۔** زیادہ سے زیادہ بس یہی ہوتا ہے کہ خدا ہونا چاہئے۔ **مگر ہے اور ہونا چاہئے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔**

اس بیان سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ **معرفت بھی وہی فائدہ بخش ہو سکتی ہے جس سے انسان میں ایک تبدیلی بھی پیدا ہو۔** ایک شخص جو بینائی اور قوت رؤیت کا دعویٰ کرے مگر اس کے دعوے کے ساتھ کوئی عملی ثبوت نہ ہو اور وہ کھڑا ہوتے ہی دیواروں سے ٹکریں کھائے کیا اس کا دعویٰ قابل پذیرائی ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کارآمد صنعت کمال ہی ہے۔ نیم مُلّاں خطرۂ ایمان اور نیم حکیم خطرۂ جان مشہور مقولے ہیں۔ پس کامل معرفت کی تلاش کرنا شرط ہے اور وہ اس راہ سے میسّر آسکتی ہے جو راہ انبیاء دنیا میں لائے۔

ایک دہریہ تو وہ ہے جو صانع کے وجود کا منکر ہے اور یہ گروہ قدیم سے ہے۔ مگر مَیں کہتا ہوں فرض کر لو کہ دنیا میں ایسا ایک بھی متنفّس نہیں تو بھی **ہر وہ جس کو کامل معرفت نہیں وہ بھی دہریہ ہے۔ جب تک کامل معرفت نہ ہو اس وقت تک کچھ نہیں۔** جس طرح ایک دانہ بھوک کو اور ایک قطرہ پیاس کو نہیں مٹا سکتے اسی طرح خشک ایمان جس کے ساتھ کمال معرفت اپنے تمام لوازم کے ساتھ نہیں نجات نہیں دلا سکتا۔ جس طرح وہ انسان زندہ نہیں رہ سکتا جس کو بھوک کے وقت کھانا اور پیاس کے وقت پانی دیکھنا تک بھی نصیب نہیں ہوا۔ اسی طرح وہ بھی ہلاک ہو جائے گا جس نے بھوک کے وقت ایک دانہ دیکھ لیا یا کھا لیا اور ایک قطرہ شدید پیاس کے وقت دیکھ لیا یا پی بھی لیا ہو۔ پس بعینہٖ اسی طرح سے معرفت کامل ہی موجب نجات ہو سکتی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ان محسوسات میں بھی کامل علم اور معرفت ہی کا اثر ہوتا ہے۔ ایک انسان کے پاس خواہ ایک شیر یا بھیڑیا آجاوے مگر جب تک وہ شیر کو شیر اور بھیڑیئے کو بھیڑیا بمع ان کے تمام لوازم اور خواص کے یقین نہیں کر لیتا ان سے کوئی خوف نہیں کرتا۔ ایک زہریلے سانپ کو جو انسان ایک چوہا یقین کرتا ہو گا وہ اس سے ہرگز گریز اور پرہیز نہ کرے گا مگر اس علم کے ساتھ ہی کہ یہ ایک زہریلا سانپ ہے اور اس کا کاٹا گویا پیغامِ اَجل ہے وہ اس سے خوف کرے گا اور معاً الگ ہو جاوے گا‘‘۔

(ملفوظات جلد5 صفحہ 591-593 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

خطبۂ نکاح

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

خوش قسمت ہوتی ہے وہ نسل جو نیکیوں پر قائم ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر چلنے والی ہو اور ایسی نسل اس وقت تک پیدا نہیں ہوسکتی جب تک نسل پیدا کرنے والے جو مرد اور عورت ہیں وہ خود نیکی اور تقویٰ پر چلنے والے نہ ہوں۔

(مرتبہ: ظہیر احمد خان ۔ مربی سلسلہ شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس، لندن)

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 06 جنوری 2013ء بروز اتوار مسجد فضل لندن میں درج ذیل نکاح کا اعلان فرمایا۔ تشہد و تعوّذ اور مسنون آیات قرآنیہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

اس وقت مَیں ایک نکاح کا اعلان کروں گا ۔

مَیں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ نکاح اور شادی ایک ایسا موقع ہے جہاں خوشی کا اظہار ہے، دو خاندانوں کا ملاپ ہے۔ لڑکے اور لڑکی کا نیا رشتہ قائم ہو رہا ہے تو وہاں اس بات کو بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو رہا ہے۔ نسل پھیلانے کا حکم بھی اللہ تعالیٰ کا ہی ہے لیکن خوش قسمت ہوتی ہے وہ نسل جو نیکیوں پر قائم ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر چلنے والی ہو۔ اور ایسی نسل اس وقت تک پیدا نہیں ہوسکتی جب تک نسل پیدا کرنے والے جو مرد اور عورت ہیں وہ خود نیکی اور تقویٰ پر چلنے والے نہ ہوں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بار بار نکاح کے موقع پر تقویٰ پر چلنے، ایک دوسرے کا خیال رکھنے، رشتوں کا پاس رکھنے، احساس اور جذبات کا خیال رکھنے اور پھر اس کے ساتھ ہی آئندہ آنے والی کل جو ہے اس پر نظر رکھنے کا حکم دیا ہے۔ وہ کل اس دنیا کی بھی کل ہے جس میں ہر روز اللہ تعالیٰ پر ایمان میں مضبوطی پیدا ہونی چاہئے اور وہ کل اگلے جہان کی کل بھی ہے جہاں یہ نیک اعمال جائیں گے اور پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان رضا پانے والا بنتا ہے۔

پس ان باتوں کو ہمیشہ ایک احمدی مسلمان کو یاد رکھنا چاہئے ۔ ہر نئے قائم ہونے والے رشتے کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہم اس مقصد کو حاصل کرنے والے ہوں جس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا فرمایا ہے اور اسی مقصد کو خود بھی حاصل کرنے والے ہوں اور اس کے ساتھ ہی آئندہ نسلوں میں بھی اس مقصد کا احساس پیدا کرنے والے ہوں ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

ان چند الفاظ کے بعد اب مَیں ایک نکاح کا اعلان کروں گا جو عزیزہ لئیقہ احمد بنت مکرم الطاف احمد صاحب کا ہے جو عزیزم قاضی مسعود رمضان احمد بھٹی صاحب کے ساتھ تیرہ ہزار پاؤنڈ حق مہر پر طے پایا ہے جو قاضی ناصر احمد بھٹی صاحب کے بیٹے ہیں۔ عزیزہ لئیقہ واقفہ نو ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی بڑی خدمت کرنے والی ہے۔ خدمت کا جذبہ رکھتی ہے اور اس میں اخلاص اور وفا بھی بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس اخلاص کو آئندہ بھی قائم رکھے اور اگلی نسلوں میں بھی اس کو جاری فرمائے۔ اسی طرح قاضی ناصر بھٹی صاحب جو ہیں یہ بھی پرانے بڑے وفا دار اور اخلاص رکھنے والے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس جوڑے کو حقیقت میں آئندہ بھی ان روایتوں کو، ان نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے جو ان خاندانوں میں تھیں۔

حضور انور نے فریقین میں ایجاب و قبول کروایا، رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کروائی اور فریقین کو شرف مصافحہ بخشتے ہوئے مبارکباد دی۔

آپ کیسے احمدی ہیں؟

حضرت نواب محمد الدین صاحب جماعت احمدیہ کے ایک معروف بزرگ تھے۔ آپ 27/اکتوبر 1872ء کو تلونڈی عنایت خان تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ 5 جولائی 1949ء کو وفات پائی۔ حالانکہ آپ صحابی نہیں تھے مگر قطعہ خاص بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہوئے۔ آپ 1927ء- 1928ء میں بطور ڈپٹی کمشنر شیخوپورہ ریٹائر ہوئے۔ آپ کو اپنی سروس کے دوران نواب اور پھر خان بہادر کا خطاب دیا گیا۔ دنیاوی ترقی کے ساتھ ساتھ دینی خدمات میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

ہندوستان سے ہجرت کے بعد مرکز ربوہ کے قیام میں آپ کو حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایات کے مطابق عظیم الشان اور تاریخی خدمات کی توفیق ملی۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ نے ایک موقع پر فرمایا:

’’مَیں سمجھتا ہوں کہ **ہمارے جدید مرکز کے قیام کا سہرا یقیناً نواب محمد دین صاحب مرحوم کے سر پر ہے اور یہ عزت اور یہ رتبہ انہی کا حق ہے۔ جب تک یہ جماعت قائم رہے گی لوگ ان کے لئے دعا ہی کریں گے** اور ان کی قربانیوں کو دیکھ کر نوجوانوں کے دلوں میں بھی جذبہ پیدا ہوگا کہ وہ ان جیسا کام کریں‘‘۔

آپ بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ دینی شعائر کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ مکرم محمود احمد صاحب سنوری آف کوئٹہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نواب محمد الدین صاحب کو قریب سے دیکھنے اور ان کی صحبت میں رہنے کا موقعہ ملا۔ تحریک جدید کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ کے اس حکم کے تحت کہ نوجوان تلاشِ معاش میں گھروں کو چھوڑ کر باہر نکلیں۔ مَیں نے حضرت نواب صاحب کی خدمت میں بمقام جودھ پور حاضری دینے کی سعادت حاصل کی۔ یہ مارچ 1940ء کا واقعہ ہے اس وقت آپ جودھ پور کے ریونیو منسٹر کے اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے۔ جب میں آپ کی کوٹھی پر پہنچا تو ملاقات میں کچھ دقّت پیش آئی۔ کیونکہ اتنے بڑے عہدیدار کو براہ راست ملنا اس زمانہ میں آسان نہ تھا مَیں نے بتایا کہ سندھ سے آیا ہوں اور ذاتی کام ہے تو میرا تعارفی خط جو نواب عبداللہ خان صاحب نے دیا تھا اور میرے والد حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری کا خط نواب صاحب کو پہنچا دیا گیا۔ نواب صاحب نے فوراً مجھے طلب فرمایا اور انتہائی خندہ پیشانی سے ملے اور ملازمین کو میرے قیام و طعام کے بارہ میں ہدایات دے کر خود دفتر چلے گئے۔ دوپہر کو آپ لوٹے۔ نماز باجماعت ادا کی اور آرام کرنے تشریف لے گئے۔ شام کو مغرب اور پھر عشاء کی نماز باجماعت ادا کی۔ ان نمازوں میں اَور دوست بھی شامل تھے۔ رات کے دو بجے ہوں گے کہ میرے دروازہ کو کسی نے زور سے کھٹکھٹایا۔ دیکھا تو نواب صاحب کے ڈرائیور حافظ صاحب تھے۔ انہوں نے کہا کہ نواب صاحب نے یاد فرمایا ہے۔ میں حیران کہ اس وقت کیوں بلایا گیا ہے ۔ بہرحال بادل ناخواستہ بوجھل آنکھوں سے حافظ صاحب کے ساتھ چل پڑا۔ راستہ میں ان کا خانساماں ہاتھ میں گرم پانی اور ابلے انڈے لے کر شامل ہوگیا۔ میں نے نواب صاحب سے عرض کیا مجھے کیوں بلایا ہے۔ مسکرا کر فرمانے لگے **آپ احمدی نوجوان ہوتے ہوئے بھی نماز تہجد نہیں پڑھتے**۔ میرے پاس جو بھی مہمان آتا ہے اسے نماز تہجد کے لئے اٹھایا جاتا ہے۔ میں نے آپ کے ساتھ نماز تہجد ادا کی اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے نماز تہجد کی ادائیگی کی توفیق عطا کرے۔ ڈرائیور اور خانساماں بھی ہمارے ساتھ نماز میں شریک ہوئے۔ نماز کے دوران نواب صاحب گریہ وزاری سے دعائیں کرتے۔ ان کی آواز میں سوز و گداز اور عاجزی تھی۔ وہ لمحات اب بھی میرے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ آپ نے تلاوت قرآن کے بعد دفتری فائلیں دیکھیں۔ فجر کی نماز میرے کمرے میں باجماعت ادا کی۔ نماز کے بعد مَیں جلدی جلدی بستر کی طرف گیا کہ اپنی نیند پوری کرسکوں۔ ابھی آنکھیں بند ہوتی ہیں کہ دوبارہ حافظ صاحب نے دروازہ پر دستک دی۔ گھبراہٹ سے پوچھا کہ نماز تہجد اور فجر بھی ہوچکی اور اب کیا کسر رہ گئی ہے۔ وہ ہنس کر بولے جلدی کرو صاحب کوٹھی کے گیٹ پر انتظار کر رہے ہیں۔ مَیں دوڑتا ہوا وہاں گیا تو بولے دیر کیوں کردی؟ مَیں خاموش رہا۔ فرمانے لگے **تم احمدی ہو کر صبح کی سیر نہیں کرتے**۔ دیکھو کاہلی چھوڑو اور روزانہ ہمارے ساتھ سیر کیا کرو۔ مَیں بادلِ ناخواستہ آپ کے ساتھ ہولیا۔ آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی جس سے آپ چھوٹی سی گیند کو ہٹ لگاتے اور گیند کے پیچھے دور تک جاتے۔ آپ نے مجھے نصیحت کی انگریزی اخبار کا مطالعہ کیا کرو۔ دوسرے دن صبح کی سیر کے دوران کہنے لگے: محمود تم نے اخبار پڑھا تھا جو ہم نے بھجوایا تھا۔ میں نے عرض کیا جی پڑھا تھا۔ کہنے لگے فلاں چیز کی تفصیل بتاؤ۔ میں نے بہانہ کیا کہ میں نے موٹی موٹی سرخیاں دیکھی تھیں۔ آپ سمجھ گئے اور ناراض ہو کر بولے تم اس لئے بے روزگار ہو کہ تم کاہل ہو۔ **احمدی نوجوان کو ایسی سہل پسندی اور کاہلی زیب نہیں دیتی**۔ سیر کے بعد وہ مجھے اپنے پی اے کے پاس لے گئے اور فرمایا ان کو ڈکشنری اور اخبار دو۔ یہ ڈکشنری کی مدد سے اخبار کا مطالعہ کریں گے۔ اور تم ہر دوسرے تیسرے دن ان کے الفاظ اور جملوں کو دیکھا کرو۔ تھوڑے دنوں بعد مجھے ریلوے میں ملازمت مل گئی۔ آپ کی پند و نصائح میرے لئے آئندہ بھی مشعل راہ ثابت ہوئیں۔

ایک دن راجپوتانہ کے گورنر صاحب تشریف لارہے تھے۔ ریلوے سٹیشن پر بڑی چہل پہل تھی تھوڑی دیر میں مہاراجہ صاحب جودھ پور اور وزراء تشریف لے آئے۔ نواب صاحب بھی مہاراجہ صاحب کے ساتھ تھے۔ گاڑی پہنچی تو مہاراجہ صاحب نے بڑھ کر گورنر صاحب کا استقبال کیا۔ گورنر صاحب سے آگے ان کی لیڈی تھیں جو گورنر صاحب سے پہلے لوگوں سے ہاتھ ملاتے ہوئے آگے جا رہی تھیں۔ جب وہ نواب صاحب کے سامنے آئیں تو وہاں رک گئیں اور بجائے ہاتھ ملانے کے اشارے سے سلام کیا اور دیر تک نواب صاحب سے باتیں کرتی رہیں۔ جب گورنر صاحب آئے تو انہوں نے نواب صاحب سے ہاتھ ملایا اور ان سے باتوں میں لگ گئے۔ مجھے کسی نے بتایا کہ **نواب صاحب احکام شریعت کی سختی سے پابندی کرتے ہیں**۔ انگریز افسروں کو اس بارہ میں پہلے سے معلوم ہوتا ہے اس لئے بدمزگی نہیں ہوتی۔

آپ کے پُروقار چہرہ اور خوبصورت دستار سے آپ کی شخصیت کو چار چاند لگ جاتے تھے۔ **آپ جیسے بزرگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر چلتے رہے اور ایسی یادیں چھوڑ گئے جس کی تقلید ہر احمدی کی شان ہے۔**

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز آغاز خلافت سے ہی اپنے خطبات، خطابات اور مختلف مجالس میں شرائط بیعت کی روشنی میں احباب جماعت کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی اور شریعت اسلامیہ پر عمل کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ اور ان میں سے بالخصوص عبادت کے قیام اور نمازوں کے التزام کے لئے بار بار تاکیدی نصائح فرماتے ہیں۔ اس کے لئے حضور انور نے کئی ایک عملی پروگرام بھی جماعت کے سامنے رکھے ہیں۔ چنانچہ گزشتہ ایک خطبہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

’’پانچ نمازیں فرض ہیں اور **ایک مرد کے لئے پانچ نمازیں باجماعت فرض ہیں**......‘‘۔

اسی طرح آپ نے فرمایا کہ:

’’جس طرح دنیا کے کاموں کے لئے کوشش ہوتی ہے اس سے بڑھ کر دین کے کام کے لئے کوشش ہونی چاہئے اور استعدادوں کو بڑھانے کی بھی کوشش ہونی چاہئے۔‘‘

اس سلسلہ میں حضور نے تفصیل سے بتایا کہ کمزور لوگوں کو سہارے کی ضرورت ہوتی ہے اور **’’ذمّہ دار لوگوں کا یہ کام ہے کہ کمزوروں کا سہارا بنیں ......نماز باجماعت کی بات ہوئی ہے کہ مَردوں پر فرض ہے۔ اکثر مَیں اس طرف توجہ دلاتا رہتا ہوں۔ اس میں بھی اگر باقاعدہ آنے والے سہارا بننے کی کوشش کریں تو بہتری آسکتی ہے۔ ضروری نہیں کہ عہدیدار ہی ہوں، عام آدمی بھی سہارا بن سکتا ہے۔‘‘**

حضرت نواب محمد الدین صاحب کا مذکورہ واقعہ بتاتا ہے کہ کس طرح جماعت کے بزرگان اس پہلو سے عملی کوشش کیا کرتے تھے اور نہ صرف پنجگانہ نماز باجماعت کا اہتمام کرتے تھے بلکہ نماز تہجد کا اہتمام بھی ایک احمدی نوجوان کے لئے بہت ضروری اور لازمی سمجھتے تھے۔

آج پھر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی آواز پر لبّیک کہتے ہوئے ایسے ہی حسین نمونوں کی یاد کو زندہ اور تازہ کرنے کی ضرورت ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ 13/فروری 2015ء میں نماز باجماعت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

باقی صفحہ نمبر 9 پر ملاحظہ فرمائیں

مَصَالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات،

گرانقدر مساعی اور ان کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر 338

مکرم مہنّد شریقی صاحب(1)

مکرم مہنّد شریقی صاحب لکھتے ہیں: میرا تعلق شام کے شہر حمص سے ہے جہاں میری پیدائش 1970ء میں ہوئی۔ میرے والد صاحب متدیّن مزاج انسان تھے لیکن انہوں نے کبھی ہم پر اپنا مسلک تھوپنے کی کوشش نہیں کی، بلکہ عمومی طور پر بھی والد صاحب کا یہی نظریہ تھا کہ ہمیں اپنی دینی اور دنیوی راہ خود سوچ سمجھ کر اختیار کرنی چاہئے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ہم سب بہن بھائیوں نے اپنی اپنی سمجھ کے حساب سے مختلف راہیں اختیار کی ہیں۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام کا جوش

والد صاحب اکثر اوقات ہمیں مطالعہ کرنے کی نصیحت کرتے رہتے تھے۔ ان کی ایک لائبریری تھی اور مَیں نے والد صاحب کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے اس کی بعض کتب کا مطالعہ کر لیا تھا۔ ان کتب کے مطالعہ کے بعد میرے دل میں مجھے عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، آپؐ سے محبت اور دین اسلام کی تبلیغ کے لئے جوش کے جذبات پیدا ہوئے۔ شاید ان کتب کے مطالعہ کا اثر تھا کہ میں نے انہی ایّام میں رؤیا میں دیکھا کہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے شہر حمص کی فتح میں شامل ہوں۔ پھر دیکھتا ہوں کہ ہم نے یہ شہر فتح کر لیا ہے اور یہ فتح اتنے پُرامن طریق پر ہوئی ہے کہ ایک شخص کا بھی خون نہیں بہا۔

ہندوستانی عالمِ دین کے خیالات

ایف اے کے بعد 1989ء میں مَیں نے لبنان کا سفر اختیار کیا اور 2000ء تک وہیں رہا۔ 1994ء میں میں چند روز کے لئے شام واپس آیا تو بچپن کے ایک دوست سے ملاقات ہوئی جسے شاید پروگرام لقاء مع العرب کے ذریعہ جماعت کے عقائد پر اطلاع ہوئی تھی اور اس نے اس پروگرام سے بہت کچھ سیکھا تھا۔ اس نے مجھ سے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات، جنّوں، قتل مرتد، اسراء ومعراج وغیرہ کے موضوعات پر بات کی۔ اس کی باتیں نہایت معقول اور دل کو لگنے والی تھیں۔ میں نے جب اس سے پوچھا کہ تم نے یہ باتیں کہاں سے سیکھی ہیں؟ تو اس نے مجھے لقاء مع العرب یا حضرت امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کے بارہ میں کچھ نہ بتایا بلکہ صرف اتنا کہا کہ یہ ایک ہندوستانی مسلمان عالم کے خیالات ہیں۔ میں نے بھی پسندیدگی کا اظہار کیا اور بات آئی گئی ہوگی۔

عیسائی پادری اور اس کی شرائط

لبنان میں مَیں ایک عیسائی انجینئر کے پاس نوکری کرنے لگا۔ 1994ء میں شام سے واپسی کے بعد ایک روز میں حسبِ معمول کام کر رہا تھا کہ عیسائی انجینئر اچانک کہنے لگا: مہنّد! تم جیسے شخص کے مسلمان ہونے پر حیرت ہے۔ پرانے لوگوں نے بیٹھ کر قرآن وضع کر لیا اور تم اسے وحی الٰہی سمجھ بیٹھے۔

میرا دینی علم نہایت کم تھا نیز میں بحث مباحثہ میں تو بالکل ہی کمزور تھا لہذا میں نے جواباً یہی کہا کہ: تم جیسے شخص کے عیسائی ہونے پر بھی حیرت ہے۔ انجیل کی تحریف کر کے تمہارے سامنے رکھ دی گئی اور تم نے اس کی تصدیق کر کے غلط عقائد اپنا لئے۔

کچھ دیر تک ہماری اس طرح کی نوک جھونک والی بات چلتی رہی جس کے بعد انجینئر صاحب نے کہا کہ میں تمہاری ملاقات اپنے پادری سے کرواؤں گا جو ثابت کر دے گا کہ ہمارا دین درست اور اسلام غلط ہے۔

کچھ دنوں کے بعد وہ مجھے اپنے پادری کے پاس لے گیا اور اسے اپنی آمد کا مقصد بتایا۔ پادری صاحب نے فرمایا کہ میں اس موضوع پر جب چاہیں اور جہاں چاہیں آپ سے بات کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن اس سے پہلے میری مندرجہ ذیل تین شرطیں ہیں:

پہلی یہ کہ ہم میں سے کوئی بھی اپنے دین کی اندھی تقلید نہیں کرے گا۔ یعنی اپنے دین کی کسی بات کے غلط ثابت ہونے پر یہ نہیں کہے گا کہ چاہے جو کچھ بھی ہو میں پھر بھی اسے ہی ٹھیک سمجھتا ہوں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ ہم عقل کو حاکم بنائیں گے اور جسے عقل مانے گی اسے ہم قبول کریں گے اور جسے عقل ردّ کرے گی اسے ہم بھی ردّ کر دیں گے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ اگر تم مجھے مطمئن کر لو تو میں اپنا دین چھوڑ کر تمہارا دین اختیار کر لوں گا اور اگر میں تمہیں مطمئن کرنے میں کامیاب ہو گیا تو تمہیں عیسائیت قبول کرنی پڑے گی۔

میں اس قسم کے مناظرے کے لئے تیار نہ تھا۔ نہ علم تھا، نہ طریقہ آتا تھا۔ پھر مجھے تو اسلام کی حقّانیت پر نہ صرف ایمان بلکہ پکا یقین تھا اس لئے یہ تو ہو سکتا ہے کہ میں اپنی کمزوری کی بنا پر جواب نہ دے سکوں لیکن اس کی وجہ سے میں اپنا دین تو نہیں چھوڑ سکتا۔ چنانچہ اس آخری شرط پر میں نے اپنے تحفظات کا اظہار کیا۔

پادری سے گفتگو اور میری بے سروسامانی

میرا خیال تھا کہ وہ انجیل لا کر مجھے قائل کرنے کی کوشش کرے گا اور میں بڑی آسانی سے کہہ دوں گا کہ جب میرا انجیل کے الہامی ہونے پر ایمان ہی نہیں ہے تو اس کی عبارتیں مجھے کیسے قائل کر سکتی ہیں۔ لیکن خلافِ توقع وہ ایک منٹ کے لئے گیا اور جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں قرآن کریم تھا۔ جس بات نے مجھے زیادہ حیران کیا وہ یہ تھی کہ پادری کو قرآن کریم کی بے شمار آیات حفظ تھیں، اور موضوعِ بحث سے متعلق آیات کے تو حوالہ جات تک ازبر تھے۔ وہ مختلف امور کے بارہ میں پرانی تفاسیر کے حوالے نکال کر قرآنی آیات کا وہ مفہوم پیش کرتا جو اس کے عقیدہ کو زیادہ مضبوط کرتا تھا۔ میں اس کی کسی بھی بات کا انکار نہ کر سکتا تھا۔ اس کی باتوں کے ردّ کے طور پر میرے پاس علم تھا، نہ کوئی دلیل۔ میرے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہ رہا کہ میں نے اس سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ مجھے کچھ وقت چاہئے۔ اس نے کہا کہ جب تم خود کو بات کرنے کے قابل سمجھو تو تشریف لے آنا۔ اور اگر اس موضوع پر بات نہ کرنا چاہو تو بھی بتا دینا، ایسی صورت میں ہم آپ سے تعارف کو ہی غنیمت جانیں گے۔

اس بحث سے دستبرداری میرے عقیدہ پر ایک دھبہ سے کم نہ تھی۔ میرا اپنی علمی اور ایمانی کمزوری کی وجہ سے اس میدان سے بھاگنا اس پادری کے سامنے اسلام کی کمزوری شمار ہوگا۔ لہذا میں نے پادری صاحب سے بائبل کی ایک کاپی مانگی اور گھر آ کر اسے پڑھنا شروع کر دیا۔ بعض اوقات تو مَیں دن میں دس دس گھنٹے تک بائبل کا مطالعہ کرتا اور اہم حصوں پر نشان لگاتا اور ان کا حوالہ یاد کرتا۔ اس کے بعد میں پادری صاحب کے پاس آیا اور ہماری بحث دوبارہ شروع ہوگئی جو دو سال تک جاری رہی۔ اس میں بے شمار ایسے امور کا پتہ چلا جو دراصل ہمارے دین کا حصہ بھی نہیں تھے اور ایسے ہی امور کو عیسائی اعتراض کا نشانہ بناتے تھے۔ نیز اس عرصہ میں مجھے علم کے دعویدار ہمارے مولوی حضرات کے بارہ میں بھی بہت کچھ جاننے کا موقع ملا۔ میں پادری کی طرف سے ہونے والے ہر اعتراض کو لے کر مساجد کے آئمہ کے پاس جاتا لیکن کسی سے بھی مجھے کوئی مفید جواب نہ ملتا۔ مجھے ایسے محسوس ہوتا جیسے انہیں ایسے اعتراضات سن کر کوئی افسوس نہیں ہوتا اور نہ ہی دینی غیرت جوش مارتی ہے۔

احمدیت کے پاس جواب ہے!

ایسے میں مجھے میرا وہ دوست یاد آیا جس نے مجھے ہندوستانی عالم دین کے حوالے سے بعض اسلامی عقائد کی نہایت معقول تشریح بتائی تھی۔ یہ سوچتے ہی میں نے اپنے شہر حمص کا سفر اختیار کیا اور اپنے دوست کو تلاش کرنے لگا۔ اس دوران میں نے مختلف علماء ومشائخ سے استفادہ کی کوشش کی لیکن پادری کے سوالوں کے تسلی بخش جواب مجھے کہیں نہ مل سکے۔ پھر چند روز کے بعد ہی مجھے میرا دوست مل گیا اور میں نے اس پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔ لیکن اس بار مجھے کافی وشافی جواب ملنے کی بجائے ٹھیس پہنچی کیونکہ میرے دوست نے بتایا کہ وہ اگرچہ دین سے بہت دور ہو گیا ہے لیکن اگر صحیح اسلام کہیں ہے تو وہ احمدیت میں ہے نیز احمدیت ہی تمہیں تمام سوالوں کے شافی جوابات دے سکتی ہے۔ میں نے اس سے راہنمائی کے لئے کہا کہ مجھے ان تک پہنچنے کا راستہ بتا دو تو اس نے لاعلمی کا اظہار کیا اور یوں میں حیران و پریشان سوچتا رہا کہ میں احمدیت تک کیسے پہنچوں۔

احمدیت سے تعارف اور پادری کا فرار

میں نے احمدیت تک رسائی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی سبیل پیدا فرما دی۔ میں بازار میں جا رہا تھا کہ ایک بک شاپ میں پڑی ایک کتاب پر میری نظر پڑی جس کا عنوان تھا: کیا واقعی مسیح صلیب پر فوت ہو گئے تھے؟! میں نے یہ کتاب خریدی اور اس میں عیسائیت کے ردّ کے لئے بہت سا مواد پایا۔

میں نے اس کے مؤلف کو فون کیا اور دمشق میں اس سے ملنے چلا گیا اور تقریباً دس گھنٹے تک سوال وجواب میں بہت کچھ حاصل کیا۔ اس نے مجھے احمدیت کے بارہ میں بتایا اور واپسی پر بعض کتب بھی دیں جو میرے لئے بہت کارآمد ثابت ہوئیں۔ میں نے ان کتب میں مذکور دلائل کی بنا پر جب پادری سے بات شروع کی تو بالآخر اسے ایک بند گلی میں پہنچا دیا جہاں کئی سوال اس کے جواب کے منتظر تھے۔ اس نے کہا کہ میں ان کا جواب اگلی ملاقات میں دوں گا اور پھر وہ اگلی ملاقات نہیں آئی۔ میں نے اپنے انجینئر دوست سے پادری صاحب کے ساتھ ملاقات نہ ہونے کا شکوہ کیا۔ اس نے فون کیا تو پادری صاحب نے انہیں کہا اس مسلمان کو اس کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ اس سے بات کرنے کا فائدہ نہیں ہے۔ یہ سن کر میرے دل میں اپنے دین کی عظمت مزید راسخ ہوگئی۔ نیز مجھے یہ بھی یقین ہو گیا کہ اسلام کی حقیقی تصویر اگر کہیں ہے تو وہ احمدیت میں ہے۔

افسوس کہ نہ تو میرے دوست نے ہی مجھے کچھ بتایا اور نہ ہی مذکورہ بالا احمدی مؤلف نے بیعت کرنے کی ضرورت کی طرف توجہ دلائی اس لئے باوجود احمدیت کی سچائی کا دل سے قائل ہونے کے مَیں بیعت سے محروم رہا۔

بیعت

مَیں بیعت کے بغیر ہی خود کو احمدی سمجھتا رہا لیکن خلیفۂ وقت اور احمدیوں کے ساتھ کوئی رابطہ نہ تھا تا آنکہ 2005ء کا سال آ گیا جس کے آخر پر ایک حادثے میں مجھے سخت چوٹیں آئیں اور ایک ٹانگ بھی ٹوٹ گئی۔ چھ ماہ کے لئے تو میرے لئے بستر چھوڑنا بھی مشکل تھا۔ پھر آہستہ آہستہ روبصحت ہوا لیکن ڈیڑھ سال سے قبل گھر سے پاؤں باہر نہ نکال سکا۔ ایسی حالت میں اکتاہٹ اور بوریت کو مٹانے کے لئے میں نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ وہ کمپیوٹر میرے بیڈ کے پاس سیٹ کر دے تا میں مختلف ویب سائٹس اور ویڈیوز دیکھ کر دل بہلاتا رہوں۔ کمپیوٹر پر مختلف ویب سائٹس کو دیکھتے وقت اچانک میرے دل میں خیال آیا اور میں نے احمدیت لکھ کر سرچ کیا تو مجھے جماعت کی عربی ویب سائٹ مل گئی۔ میں نے اس پر سوال بھیجنے شروع کر دیئے اور بعد میں بتا بھی دیا کہ خدا کے فضل سے میں مطمئن ہوں۔ مجھے بتایا گیا کہ اگر مطمئن ہیں تو پھر بیعت کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ مکمل صحتیاب ہونے کے بعد جب میں چلنے کے قابل ہوا تو پہلا کام بیعت ارسال کرنے کا کیا۔ یہ 2007ء کے شروع کی بات ہے۔

رؤیا کے ذریعہ تسلی

بیعت ارسال کرنے کے بعد مَیں نے اللہ تعالیٰ سے راہنمائی اور اطمینانِ قلب پانے کی دعا کی تو میں نے خواب میں واضح طور پر سنا کہ شجرة مباركة أصلها في الارض وفرعها في السماء۔ یعنی احمدیت ایک شجرہ مبارکہ ہے جس کی جڑیں مضبوطی سے زمین میں پیوستہ ہیں اور اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس رؤیا کے بعد میری تسلی ہوگئی۔

سورج طلوع ہو گیا

2008ء میں یونیورسٹی کا طالبعلم ہمارا ایک کزن ہم سے ملنے کے لئے آیا اور دو روز تک ہمارے ہاں قیام کیا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی جب اس نے مجھے ایم ٹی اے پر الحوار المباشر دیکھتے ہوئے پایا تو متعجب ہو کر پوچھا: کیا تم ان لوگوں کے پروگرام بھی دیکھتے ہو؟! میں نے اسے مزید کچھ کہنے سے روکنے کے لئے جلدی سے کہا: کیوں نہ دیکھوں؟ میں خود بھی تو احمدی ہوں۔ میری یہ بات اس کے لئے کسی دھچکے سے کم نہ تھی۔ اس نے اس موضوع پر مجھ سے بحث شروع کر دی جو ساری رات جاری رہی۔ ہم دونوں بحث کرتے رہے او رمیرے اہل خانہ سنتے رہے۔

میرا کزن تو سلفی اور تکفیری خیالات کا آدمی تھا اس پر میری دلیلوں کا کچھ اثر نہ ہوا لیکن صبح ہوئی تو میرے گھر میں ایک نیا سورج طلوع ہو چکا تھا۔

اس کا احوال اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں۔

(باقی آئندہ)............................

اسلامی تعلیم کے افضل ہونے کے دلائل

[انتخاب از خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرمودہ 28 دسمبر 1937ء۔
(مطبوعہ بعنوان 'انقلاب حقیقی' انوار العلوم جلد 15)]

کتاب کے ساتھ حکمت کا بیان

''اب مَیں اسلام کی تعلیم کے افضل ہونے کی بعض مثالیں دیتا ہوں۔

اسلام میں احکام مع دلیل بیان ہوئے ہیں جس سے تصوّفِ کامل کی بنیاد خود اصل کتاب سے پڑی ہے۔ یہود کی طرح کسی اور نبی کے توجہ دلانے کی ضرورت پیدا نہیں ہوئی۔

قرآن مجید سے قبل جو الہامی کتب تھیں ان میں احکام تو دیئے جاتے تھے مگر بالعموم ان کی تائید میں دلائل نہیں دیئے جاتے تھے۔ مثلاً یہ تو کہا جاتا تھا کہ نماز پڑھو مگر یہ نہیں بتایا جاتا تھا کہ کیوں نماز پڑھو؟ اس میں کیا فائدہ ہے اور اس کی کیا غرض ہے؟ مگر قرآن کریم نے جہاں احکام دیئے ہیں وہاں ان احکام کے دلائل بھی دیئے ہیں اور ان کے فوائد بھی بیان کئے ہیں۔ اس طرح تصوّف کی بنیاد خود قرآن کریم میں آ گئی اور اس کے لئے کسی علیحدہ نبی کی ضرورت نہ رہی جیسے یہود کو حضرت مسیحؑ کی ضرورت محسوس ہوئی تھی۔

وسطی تعلیم

دوسرے قرآن وسطی تعلیم لے کر آیا ہے جو ہر حالت کے مطابق ہے اور جہاں بھی انسانی طاقت میں فرق پڑتا ہے اس حالت کے لحاظ سے مسئلہ بھی موجود ہوتا ہے۔

خدا اور بندہ کا براہِ راست تعلق

تیسرے پریسٹ ہڈ (PRIESTHOOD) کو اس میں مٹا دیا گیا ہے۔ یعنی پادریوں اور پنڈتوں کا خدا اور بندہ کے درمیان عبادتِ الٰہی میں واسطہ ہونے کا خیال قرآن مجید نے بالکل اُڑا دیا ہے۔ موسوی اور عیسوی عہد میں اس پر بڑا زور تھا۔ مگر اب ہر مومن آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھا سکتا ہے اور یہ ضرورت نہیں ہوتی کہ کسی خاص مولوی کو ہی بُلایا جائے۔

یہ انقلاب بھی درحقیقت ایک عظیم الشان انقلاب تھا کیونکہ دنیا ہزار ہا سال سے اس قید میں جکڑی ہوئی تھی لیکن قرآن مجید نے اسے ایک آن میں توڑ کر رکھ دیا اور بتا دیا کہ عبادت میں کوئی شخص واسطہ نہیں ہوسکتا۔

اسلام کی یہ تعلیم عیسائیوں کے لئے تو اتنی حیرت انگیز ہے کہ وہ کئی دفعہ یہ سوال کیا کرتے ہیں کہ جب آپ میں پادری نہیں ہوتا تو آپ عبادت کس طرح کرتے ہیں؟

مقام عبادت کی وسعت

چوتھے اسلام نے مقامِ عبادت کی قید کو اُڑا دیا ہے اور مقامِ عبادت صرف نظام کے لئے رہ گیا نہ کہ خود عبادت کے لئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہندو مندر میں اور عیسائی گرجا میں عبادت کرتے مگر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو آپؐ نے فرمایا جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا (بخاری کتاب الصلوۃ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّ طَھُوْرًا) روئے زمین میرے لئے مسجد بنائی گئی ہے۔ اس سے قبل جو انبیاء گزرے ہیں ان کی تعلیم میں اس امر پر خاص زور تھا کہ عبادت خاص مقامات پر کی جائے۔ مگر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو خدا تعالیٰ نے آپؐ کے ذریعہ سے تمام زمین کو مسجد بنا دیا۔ اور دراصل پہلے انبیاء کا دین چونکہ محدود تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے مقامِ عبادت کو بھی محدود کر دیا۔ مگر جب خدا تعالیٰ نے زمین کے چپّہ چپّہ کو پاک کرنے کے لئے اپنا دینِ اسلام بھیج دیا تو ساتھ ہی یہ بھی حکم دے دیا کہ تم بھی چپّہ چپّہ کو مسجد بنا کر پاک کرلو۔

لفظی وحی کا نزول

پانچویں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوئی وہ سب کی سب معیّن الفاظ میں نازل ہوئی اور ان الفاظ کو محفوظ رکھنے کا نہ صرف حُکم دیا گیا بلکہ اس کے محفوظ رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ بھی فرمایا اور ذمہ بھی اُٹھایا۔ اس کے نتیجہ میں بحث اور تحقیق کے اصول میں بہت بڑا فرق پڑ گیا۔

پہلے یہ سوال ہؤا کرتا تھا کہ یہ موسیٰؑ کا فقرہ ہے یا خدا کا۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے جو تعلیم دی اس کا ہر لفظ خدا تعالیٰ نے خود اُتارا بلکہ اس کی زیر اور اس کی زَبر بھی خدا تعالیٰ نے خود اُتاری۔

مَیں نے ایک دفعہ رؤیا میں دیکھا کہ کوئی شخص مجھ سے سوال کرتا ہے کہ قرآن کریم میں مختلف مسائل کا تکرار ہؤا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ میں اسے یہ جواب دیتا ہوں کہ قرآن مجید میں کوئی تکرار نہیں۔ لفظ تو الگ رہے، قرآن مجید میں تو زیر اور زبر کی بھی تکرار نہیں۔ جو زیر ایک جگہ استعمال ہوئی ہے اس کی غرض دوسری جگہ آنے والی زیر سے مختلف ہے اور جو زبر ایک جگہ استعمال ہوئی ہے دوسری جگہ آنے والی زبر سے اس کے معنی مختلف ہیں۔ یہ قرآن مجید کی وہ خوبی ہے جو کسی اور الہامی کتاب کو ہرگز حاصل نہیں۔

صفاتِ الٰہیہ کی مفصّل تشریح

چھٹے اسلامی تعلیم میں صفاتِ الٰہیہ کی باریک در باریک تشریح کی گئی ہے جس کے مقابل میں یہودی تعلیم بھی مات پڑ گئی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہودی کتب میں صفاتِ الٰہیہ کا تفصیلی ذکر ہے مگر ان میں صفاتِ الٰہیہ کا باہمی تعلق بہت کم بیان کیا گیا ہے۔ مَیں نے ایک دفعہ تجسّس کیا تو مجھے قرآن کریم میں کوئی ایسی صفتِ الٰہی معلوم نہ ہوئی جو یہودی کتب میں بیان نہ ہوئی ہو لیکن ایک بات جو صفاتِ الٰہیہ کے باب میں یہودی کتب میں بھی نہیں پائی جاتی مگر قرآن میں پائی جاتی ہے، یہ ہے کہ قرآن نے اِس بات پر بحث کی ہے کہ مثلاً رحمانیت کا میدان کہاں سے شروع ہوتا ہے؟ رحیمیت کے دَور کا کس جگہ سے آغاز ہوتا ہے اور ان تمام صفات کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ مگر توریت نے اس پر بہت کم روشنی ڈالی ہے۔ گویا صفاتِ الٰہیہ کے مختلف اداروں کا جو باہمی تعلق ہے قرآن کریم میں اِس کی تشریح بیان کی گئی ہے لیکن تورات نے ان اداروں کا ذکر تو کر دیا ہے مگر ان کے باہمی تعلق کا ذکر نہیں کیا جس کی وجہ سے سالک ان سے پورا فائدہ نہیں اُٹھا سکتا اور یہ اس (قرآن) کی فضیلت کا ایک بیّن ثبوت ہے۔

مسائلِ معاد پر کامل روشنی

پھر ایک بہت بڑی فضیلت جو قرآن کریم کو حاصل ہے یہ ہے کہ اس میں علمِ معاد پر علمی اور فلسفیانہ بحث کی گئی ہے جس سے یہودی لٹریچر بالکل خالی تھا۔ حتّٰی کہ ان میں قیامت کے منکرین کا زور تھا اور بہت تھوڑے تھے جو قیامت کے قائل تھے۔ مگر قرآن کریم وہ پہلی کتاب ہے جس نے مسائلِ معاد کی ساری تفصیلات پر بحث کی ہے اور اتنی تفصیل سے اس پر روشنی ڈالی ہے کہ اب اگر کوئی جان بوجھ کر شرارت سے قیامت کا انکار کرے تو کرے ورنہ دلائل کے لحاظ سے وہ قیامت کا ہرگز انکار نہیں کرسکتا۔

شرعی اصطلاحات کا قیام

آٹھویں افضلیت قرآن کریم کو یہ حاصل ہے کہ اس میں شرعی اصطلاحات کا نیا دروازہ کھولا گیا جو اس سے پہلے بالکل مفقود تھا۔ یعنی قرآن کریم سے پہلے جن باتوں کو مضامین میں ادا کیا جاتا تھا قرآن کریم نے ان کے لئے اصطلاحیں قائم کر دیں اور ایسی اصطلاحیں قائم کیں جو پہلے نہیں تھیں اور پھر ان اصطلاحوں کے ایسے معیّن معنی کئے جن میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہوسکتی۔

مثلاً قرآن کریم نے نبی کا لفظ استعمال کیا ہے تو اس کی تعریف بھی بیان کی ہے اور پھر بتایا ہے کہ نبی کب آتے ہیں؟ ان کے پہچاننے کے لئے کیا نشانات ہوتے ہیں؟ ان کا کام کیا ہوتا ہے؟ خدا تعالیٰ کا ان سے کیا معاملہ ہوتا ہے؟ بندوں سے ان کا کیا تعلق ہوتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ یہ اور اسی قسم کی اَور بیسیوں باتیں ایسی ہیں جو قرآن کریم کے علاوہ اَور کسی مذہبی کتاب نے بیان نہیں کیں اور یہ ایک ایسی زبردست خوبی ہے جس کا دشمن بھی اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

پیغامیوں سے جب ہمارا مقابلہ زوروں پر تھا، اُن دنوں مَیں نے ایک دفعہ بڑے بڑے بشپوں، سکھ گیانیوں، ہندوؤں کے پنڈتوں اور یہودیوں کے فقیہوں سے خط لکھ کر دریافت کیا کہ آپ کے مذہب میں نبی کی کیا تعریف ہے؟ تو بعض نے تو اس کا جواب ہی نہ دیا۔ بعض نے یہ جواب دیا کہ اس بارہ میں ہمارے مذہب میں کوئی خاص تعلیم نہیں۔ چنانچہ ایک بڑے بشپ کا بھی یہ جواب آیا کہ اس مضمون پر ہماری کتب میں کوئی خاص روشنی نہیں ملتی۔

اسی طرح ملائکہ کیا ہوتے ہیں؟ وہ کیا کام کرتے ہیں؟ ان کے ذمہ کیا کیا فرائض ہیں؟ ان میں سے کوئی بات تفصیل کے ساتھ سابقہ الہامی کتب نے بیان نہیں کی۔ مگر اسلام نے اگر ایک طرف بعض روحانی وجودوں کے لئے ملائکہ کا لفظ وضع کیا ہے تو پھر خود ہی ان کے وجود اور ان کے کام پر کامل روشنی ڈالی ہے۔

اسی طرح ذاتِ الٰہی، صفاتِ الٰہیہ، دعا، قضا و قدر، حشر و نشر، جنّت و دوزخ، حیاتِ جنّت وغیرہ ان سب امور کے لئے اس نے مصطلحات تجویز کی ہیں اور پھر ان کی مکمل تشریح فرما کر انسانی دماغ کو ایسی روشنی بخشی ہے کہ وہ ان مسائل کو اسی طرح اپنے ذہن میں مستحضر کرسکتا ہے جس طرح کہ مادی علوم و امور کو۔ اور اس طرح علم کو پراگندہ ہونے اور دماغ کو پریشان ہونے سے اس نے بچا لیا ہے۔

قرآنی تعلیم کی جامعیت

نویں فضیلت جو قرآن کریم کو حاصل ہے، یہ ہے کہ گو اس سے پہلے موسوی سلسلہ میں سیاست اور عبادت اور تمدّن کو مذہب میں شامل کر لیا گیا تھا۔ یعنی موسیٰ نے لوگوں سے کہا تھا کہ تمہیں میری حکومت، مذہب میں بھی اور تمدّن میں بھی اور اخلاق میں بھی اور سیاست میں بھی ماننی پڑے گی **مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسلام کے ذریعہ سے اس کو اَور زیادہ بڑھا دیا گیا اور اسلام نے عبادت و روحانیت کی تعلیم کے علاوہ سیاست اور تمدّن کی تعلیم بھی دی اور اخلاقیات اور اقتصادیات اور تعلیم اور معاشرت اور ثقافت کے مسائل کو بھی شریعت میں شامل کر کے انسانی زندگی کو ایسا کامل کر دیا کہ اس کے عمل کا کوئی شعبہ صحیح ہدایت اور کامل نگرانی سے باہر نہیں رہ گیا۔**

مذہب کو مشاہدہ پر قائم کیا گیا

دسویں فضیلت قرآن کریم کی تعلیم کو یہ حاصل ہے کہ اس نے خدا کے قول اور خدا کے فعل کو ایک دوسرے کے لئے مُمِدّ اور متوازی قرار دے کر تجربہ اور مشاہدہ کے میدان میں مذہب کو لا کھڑا کیا ہے حالانکہ اس سے پہلے اسے صرف مافوق الطبعیات قرار دیا جاتا تھا۔

چنانچہ قرآن نے کہا کہ دنیا خدا کا فعل ہے اور مذہب خدا کا کلام اور یہ ناممکن ہے کہ خدا کے قول اور اس کے فعل میں تضاد ہو۔ پس جب بھی تمہیں کوئی مشکل درپیش ہو خدا کے قول اور خدا کے فعل کو مطابق کرو۔ جہاں یہ مطابق ہو جائیں تم سمجھ لو کہ وہ بات صحیح ہے اور جہاں ان میں اختلاف رہے تم سمجھ لو کہ اب تک تم پر حقیقت منکشف نہیں ہوئی۔ اس نکتہ سے مذہب اور سائنس میں جو لڑائی تھی وہ جاتی رہی کیونکہ سائنس خدا کا فعل ہے اور مذہب خدا کا کلام اور یہ ناممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کے قول و فعل میں تطابق نہ ہو۔ اور اگر کسی جگہ اختلاف ہو تو ہمیں سمجھ لینا چاہئے کہ ہم نے یا اس کے قول کے سمجھنے میں ٹھوکر کھائی ہے یا اس کے فعل پر غور کرنے میں ہمیں غلطی لگی ہے۔ ان میں سے جس چیز کا نقص بھی دُور کر دیا جائے گا دونوں میں تطابق پیدا ہو جائے گا۔ اس نکتہ عظیمہ کی وجہ سے مذہب فلسفہ کے میدان سے نکل کر مشاہدہ کے میدان میں آ گیا ہے۔

(باقی آئندہ)

THOMPSON & CO SOLICITORS
New Office in Morden

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality, Conveyancing, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings, Wills & Probate, Criminal Litigation.

Contact: Anas A.Khan, John Thompson,
Naeem Khan, David Brocklesby (Member of Family Law Panal) **& David Wilson.**

Head Office: 1st floor 48 Tooting High Street London SW17 0RG Tel:020 8767 5005
Branch Office :14-16 Mitcham Road, SW17 9NA Tel: 020 8682 4040
Morden Branch:164 Kenley Road - Morden SW19 3DL Tel: 020 8545 0697
Mobile: 07702896350 -- *24hrs Crime Line: 07533667921*

خطبہ جمعہ

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اہمیت، نماز باجماعت کا التزام، معاندین ومخالفین کی مخالفتوں کا انجام، افواہوں کے پھیلانے سے باز رہنے، وقت کے ضیاع سے بچنے، سیر کی باقاعدگی وغیرہ متفرق امور سے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت وفرمودات سے متعلق بیان فرمودہ مختلف واقعات کا دلچسپ اور ایمان افروز تذکرہ اور احباب جماعت کو نصائح

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 06 ؍فروری 2015ء بمطابق 06 تبلیغ 1394 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّا كَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے پڑھنے کے منفی اور مثبت اثرات جس طرح جس سوچ کے ساتھ انسان پڑھتا ہے اسی طرح کے اثرات قائم ہوتے ہیں۔ اس بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ

مجھے ایک واقعہ یاد ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ آپ بیان فرما رہے تھے کہ ڈیبیٹنگ سوسائیٹیز (debating societies) جو ڈیبیٹ (debate) کرتی ہیں اور بلا وجہ ایک مقرر حق میں بولتا ہے، دوسرا خلاف بولتا ہے۔ اس سے بعض دفعہ سوچوں میں فرق پڑ جاتا ہے۔ کیونکہ جو بھی بولنے والے ہیں وہ وہ نہیں کہہ رہے ہوتے جو ان کے دل میں ہوتا ہے بلکہ ایک مقابلے کی صورت ہوتی ہے جس میں بولنا ہوتا ہے۔ تو بہرحال اس کا بیان فرماتے ہوئے کہ یہ باتیں بعض دفعہ ایمان میں خرابی کا باعث بن جاتی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سنایا کہ مولوی بشیر احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت مؤید تھے اور کہتے ہیں کہ مَیں بہت مخالف تھا۔ (یعنی مولوی محمد احسن صاحب بہت مخالف تھے۔) مولوی بشیر صاحب ہمیشہ دوسروں کو براہین احمدیہ پڑھنے کی تلقین کرتے اور کہا کرتے تھے کہ یہ شخص مجدد ہے جس نے یہ کتاب لکھی ہے۔ کہتے ہیں کہ آخر مَیں نے ان سے کہا (مولوی محمد احسن صاحب نے مولوی بشیر صاحب کو کہا) کہ آؤ مباحثہ کر لیتے ہیں کہ آیا یہ مجدّد ہیں کہ نہیں۔ لیکن مباحثے کی صورت کیا ہوگی؟ آپ تو چونکہ مؤید ہیں تائید کرنے والے ہیں آپ مخالفانہ نقطۂ نگاہ سے کتابیں پڑھیں اور میں مخالف ہوں اس لئے میں موافقانہ نقطہ نگاہ سے پڑھوں گا۔ اور سات آٹھ دن کتابوں کے مطالعہ کے لئے مقرر ہو گئے اور دونوں نے کتابوں کا مطالعہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مَیں جو مخالف تھا (مولوی محمد احسن صاحب کہتے ہیں کہ مَیں جو مخالف تھا) احمدی ہو گیا اور وہ جو قریب تھے بالکل دُور چلے گئے۔ مولوی احسن صاحب کی سمجھ میں بات آ گئی اور بشیر صاحب کے دل سے ایمان جاتا رہا۔ اس پر اپنی رائے دیتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ علم النفس کے رو سے ڈیبیٹس (debates) کرنا سخت مضر ہے اور بعض اوقات سخت نقصان کا موجب ہو جاتا ہے۔ یہ ایسے باریک مسائل ہیں جن کو سمجھنے کی ہر مدرّس اہلیت نہیں رکھتا۔ (ماخوذ از الفضل 11 مارچ 1939 صفحہ 8 نمبر 58 جلد 27)

پس اچھی بات میں بھی اگر تنقید کی نظر سے، اعتراض کی نظر سے مطلب نکالنے کی کوشش کریں تو وہی ٹھوکر کا باعث بن جاتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پر بہت سے لوگ اس لئے اعتراض کرتے ہیں کہ وہ پڑھتے ہی اعتراض کرنے کے لئے ہیں اور پھر سیاق وسباق سے بھی نہیں ملاتے کہ ہم نے پڑھا یہ لکھا ہوا ہے اور وہ لکھا ہوا ہے۔ تو یہ کچھ نئی چیز نہیں ہے۔ اعتراض کرنے والے تو خدا تعالیٰ کے کلام میں بھی اعتراض نکال لیتے ہیں۔ اس لئے قرآن کریم کے بارے میں اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ یہ مومنوں کے لئے تو شفا اور رحمت ہے لیکن اعتراض کرنے والے جو ہیں، ظالم لوگ جو ہیں ان کو یہ خسارے میں ڈالتا ہے، نقصان پہنچاتا ہے۔ وہ اس سے دور ہٹتے چلے جاتے ہیں اور مزید اعتراض خدا تعالیٰ کی ذات پر کرنا شروع کر دیتے ہیں، اسلام پر کرنا شروع کر دیتے ہیں، مذہب کی ضرورت پر کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ پس چاہے خدا تعالیٰ کا کلام ہی کیوں نہ ہو اس وقت تک فائدہ نہیں دیتا جب تک پاک دل ہو کر پڑھنے کی کوشش نہ کی جائے۔

پھر نماز کی اہمیت کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آپؑ مقدمے کی پیروی کے لئے گئے اور مقدمے کے پیش ہونے میں دیر ہو گئی۔ نماز کا وقت آ گیا۔ آپ باوجود لوگوں کے منع کرنے کے نماز کے لئے چلے گئے اور جانے کے بعد ہی مقدمہ کی پیروی کے لئے بلائے گئے مگر آپ عبادت میں مشغول رہے۔ اس سے فارغ ہوئے تو عدالت میں آئے۔ حسب قاعدہ جو حکومت کا قاعدہ ہے، عدالت کا جو قاعدہ ہے چاہئے تو یہ تھا کہ مجسٹریٹ آپ کے خلاف یکطرفہ ڈگری کر دیتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کو آپ کی یہ بات ایسی پسند آئی کہ اللہ تعالیٰ نے مجسٹریٹ کی توجہ اس طرف کروائی کہ یہ نماز پڑھ رہے ہیں عبادت کر رہے ہیں اور اس نے آپ کی غیر حاضری کو نظر انداز کر کے فیصلہ آپ کے حق میں یا آپ کے والد صاحب کے حق میں کر دیا۔ (ماخوذ از دعوۃ الامیر۔ انوار العلوم جلد 7 صفحہ 575)

اپنے تو مقدمے ہوتے نہیں تھے۔ جائیدادوں کے مقدمے تھے۔ اگر کبھی مجبوری سے جانا پڑے تو والد صاحب کی وجہ سے ہی جایا کرتے تھے۔

پھر ایک جگہ نماز باجماعت کی مزید اہمیت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طریق کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔ کس طرح ہمیں نماز باجماعت کی عادت ڈالنی چاہئے۔ ’’نماز باجماعت کی ایک یہ ترکیب ہے کہ بیوی بچوں کو ساتھ لے کر جماعت کرا لی جائے۔ عادت نہ ہونے کی وجہ سے باجماعت نماز کی قیمت لوگوں کے دلوں میں نہیں رہی۔ کیونکہ باجماعت نماز کی عادت نہیں ہے اس لئے یہ اندازہ ہی نہیں رہا کہ باجماعت نماز کی کس قدر قیمت ہے۔ اس عادت کو ترک کر کے یعنی جو علیحدہ نماز پڑھنے کی عادت ہے اس کو ترک کر کے نماز باجماعت کی عادت ڈالنی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسے مواقع پر جب نماز کے لئے مسجد میں نہ جا سکتے تھے تو گھر میں ہی جماعت کرا لیا کرتے تھے اور شاذ ہی کسی مجبوری کے ماتحت الگ نماز پڑھتے تھے۔ اکثر ہماری والدہ کو ساتھ ملا کر جماعت کرا لیتے تھے۔ والدہ کے ساتھ دوسری مستورات بھی شامل ہو جاتی تھیں۔ پس اوّل تو ہر جگہ دوستوں کو جماعت کے ساتھ مل کر نماز ادا کرنی چاہئے اور جس کو یہ موقع نہ ہو اسے چاہئے کہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ہی مل کر نماز باجماعت کرا لیا کرے۔ ہر جگہ دوستوں کو نماز باجماعت کا انتظام کرنا چاہئے۔ جہاں شہر بڑا ہو۔ دوست دور دور رہتے ہوں۔ وہاں محلے دار جو ہیں ان کو جماعت کا انتظام کرنا چاہئے۔ جہاں مساجد نہیں ہیں وہاں مساجد بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔‘‘ (بعض اہم اور ضروری امور۔ انوار العلوم جلد 16 صفحہ 493)

بہرحال نماز باجماعت کی اہمیت یہ ہے کہ اگر گھروں میں بھی ہوں تو بچوں کو ساتھ ملا کر نماز پڑھا کریں تا کہ بچوں میں بھی نماز باجماعت کا احساس رہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات کی بڑی تلقین فرمائی کہ نماز اپنی تمام تر شرائط کے ساتھ پڑھا کریں۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد اوّل صفحہ 433۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

حضرت مصلح موعود نے اس بارے میں فرمایا کہ: ’’تمام قیود اور پابندیوں کے ساتھ‘‘ نماز پڑھنا ’’ایک انتہا درجہ کی خوبصورت چیز ہے مگر جب ہم اپنی غفلت اور نادانی کی وجہ سے اس کو چھانٹتے چلے جائیں تو وہ بے فائدہ اور لغو چیز بن جاتی ہے۔‘‘ (نماز کی خوبصورتی اس کو سنوار کر پڑھنے میں ہے لیکن اگر سنوار کر نہ پڑھیں تو پھر وہ لغو چیز ہو جاتی ہے) ’’اور ایسی نماز کبھی بابرکت نہیں ہو سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ لوگ نماز اس طرح پڑھتے ہیں جس طرح مرغ ٹھونگے مار کر دانے چگتے ہیں۔ ایسی نماز یقیناً کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی بلکہ بعض دفعہ ایسی نماز لعنت کا موجب بن جاتی ہے۔

(ماخوذ از الفضل 20 مئی 1939 صفحہ 4 جلد 27 نمبر 115)

ایک دفعہ کسی نے حضرت مصلح موعودؓ کو شکایت کی کہ ماتحت ہمیں سلام نہیں کرتے یا چھوٹے جو ہیں وہ بڑوں کو سلام نہیں کرتے۔ اس پر آپ نے یہ نصیحت فرمائی کہ ’’سلام کرنے کا حکم دونوں کے لئے یکساں ہے۔‘‘ ایک جیسا ہے۔ حضرت مصلح موعود کہتے ہیں کہ ’’میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک شعر سنا ہوا ہے کہ

وہ نہ آئے تو تُو چل اے میرؔ — تیری کیا اس میں شان گھٹتی ہے‘‘

فرماتے ہیں کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ایک بھائی نہیں مانتا تو کیوں نہ ہم خود اس پر عمل کر لیں۔ پس اگر شکایت درست ہے تو یہ فعل عقل کے خلاف اور اخلاق سے گرا ہوا ہے۔ یہ کہیں حکم نہیں کہ سلام صرف چھوٹا کرے، بڑا نہ کرے۔ اگر ماتحت نے نہیں کیا تو افسر خود پہل کر دے۔ فرماتے ہیں کہ میرا اپنا یہ طریق ہے کہ جب خیال کرتا ہوں تو میں خود پہلے سلام کہہ دیتا ہوں۔ بعض دفعہ خیال نہیں ہوتا تو دوسرے کہہ دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں ایسی باتوں میں ناظروں کو اعتراض کرنے کی بجائے خود نمونہ بننا چاہئے۔

(خطبات محمود جلد 22 صفحہ 173)

پس ہمارے ہر عہدیدار کو چاہے وہ جس بھی سطح کے عہدیدار ہیں، چاہئے کہ اپنے نمونے قائم کریں۔ سلام کرنے میں پہل کریں۔ ضروری نہیں ہے کہ انتظار کریں کہ چھوٹا یا ماتحت مجھے سلام کرے۔ بعض بڑے یا عہدیدار ایسے بھی ہیں جو سلام کا جواب بھی مشکل سے دیتے ہیں ایسی بھی شکایتیں میرے پاس آتی ہیں۔ تو افسروں کو اگر شکوہ ہے تو لوگوں کو بھی شکوہ ہوتا ہے کہ سلام کا جواب نہیں دیتے یا اتنی ہلکی (آواز سے) منہ میں دیتے ہیں کہ ان کو سمجھ نہیں آتی یا ایسی بے اعتنائی سے دے رہے ہوتے ہیں کہ لگتا ہے کیا مصیبت پڑ گئی۔ بہر حال جماعت کے اندر ہر طبقے کو سلام کو رواج دینا چاہئے۔ یہ حدیث بھی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان انه لا یدخل الجنة الا المومنون......حدیث نمبر 194)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت آپ کے زمانے میں کس طرح لوگ کیا کرتے تھے اس کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ بیان فرماتے ہیں کہ ”اکتوبر 1897ء میں آپ کو ایک شہادت پر ملتان جانا پڑا۔ وہاں سے شہادت دے کر جب واپس تشریف لائے تو کچھ دنوں کے لئے لاہور بھی ٹھہرے۔ یہاں جن جن گلیوں سے آپ گزرتے ان میں لوگ آپ کو گالیاں دیتے اور پکار پکار کر برے الفاظ آپ کی شان میں نکالتے۔ (حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ) میری عمر اس وقت آٹھ سال کی تھی اور مَیں بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ تھا۔ میں اس مخالفت کی جو لوگ آپ سے کرتے تھے وجہ تو نہیں سمجھ سکتا تھا اس لئے یہ دیکھ کر مجھے سخت تعجب آتا کہ جہاں سے بھی آپ گزرتے ہیں لوگ آپ کے پیچھے کیوں تالیاں پیٹتے ہیں، سیٹیاں بجاتے ہیں۔ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ ایک ٹُنڈا شخص جس کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا اور بقیہ ہاتھ پر کپڑا بندھا ہوا تھا۔ نہیں معلوم ہاتھ کے کٹنے کا ہی زخم باقی تھا یا کوئی نیا زخم تھا۔ بہر حال وہ زخمی ہاتھ تھا۔ وہ بھی لوگوں میں شامل ہو کر غالباً مسجد وزیر خان کی سیڑھیوں پر کھڑا تالیاں پیٹتا تھا اور اپنا کٹا ہوا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارتا تھا اور دوسروں کے ساتھ مل کر شور مچا رہا تھا کہ ہائے ہائے مرزا نٹھ گیا۔ یعنی میدان مقابلہ سے فرار ہو گئے۔ نعوذ باللہ۔ اور مَیں اس نظارے کو دیکھ کر سخت حیران تھا خصوصاً اس شخص پر جس کا ہاتھ ہی نہیں ہے اور وہ تالیاں بجانے کی کوشش کر رہا ہے اور دیر تک گاڑی سے سر نکال کر اس شخص کو دیکھتا رہا۔ لاہور سے پھر حضرت مسیح موعودؑ قادیان تشریف لے آئے۔“ (ماخوذ از سیرت مسیح موعودؑ۔ انوار العلوم جلد 3 صفحہ 360)

ایک مقدمے میں مجسٹریٹ کی یہ پکی نیت تھی بلکہ اس سے عہد لیا گیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ضرور سزا دینی ہے۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے ایک جگہ فرمایا۔ آپ نے پہلے تمہید باندھی ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی مردم شماری کرائی تو ان کی تعداد سات سو تھی۔ صحابہ نے خیال کیا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واسطے مردم شماری کرائی ہے کہ آپ کو خیال ہے کہ دشمن ہمیں تباہ نہ کر دے۔ اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اب تو ہم سات سو ہو گئے ہیں۔ کیا اب بھی یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ کوئی ہمیں تباہ کر سکے گا۔ یہ کیا شاندار ایمان تھا کہ وہ سات سو ہوتے ہوئے یہ خیال تک بھی نہیں کر سکتے تھے کہ دشمن انہیں تباہ کر سکے گا۔ (آپ نے واقعہ کو بیان کر کے فرمایا کہ) ایمان کی طاقت بہت بڑی ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ آپ گورداسپور میں تھے۔ مَیں (یعنی حضرت مصلح موعود) وہاں تو تھا لیکن اس مجلس میں نہ تھا جس میں یہ واقعہ ہوا۔ مجھے ایک دوست نے جو اس مجلس میں تھے سنایا کہ خواجہ کمال الدین صاحب اور بعض دوسرے احمدی بہت گھبرائے ہوئے آئے اور کہا کہ فلاں مجسٹریٹ جس کے پاس مقدمہ ہے لاہور گیا تھا۔ آریوں نے اس پر بہت زور دیا کہ مرزا صاحب ہمارے مذہب کے سخت مخالف ہیں ان کو ضرور سزا دو خواہ ایک ہی دن کی کیوں نہ ہو۔ یہ تمہاری قومی خدمت ہو گی اور وہ ان سے وعدہ کر کے آیا ہے کہ مَیں ضرور سزا دوں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بات سنی تو آپ لیٹے ہوئے تھے۔ یہ سن کر آپ کہنی کے بل ایک پہلو پر ہو گئے اور فرمایا خواجہ صاحب! آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ کیا کوئی خدا تعالیٰ کے شیر پر ہاتھ ڈال سکتا ہے؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس مجسٹریٹ کو یہ سزا دی کہ پہلے تو اس کا گورداسپور سے تبادلہ ہو گیا۔ پھر اس کا تنزل ہو گیا۔ یعنی وہ ای اے سی سے منصف بنا دیا گیا اور فیصلہ دوسرے مجسٹریٹ نے آ کر کیا۔ تو ایمان کی طاقت بڑی زبردست ہوتی ہے اور کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

پس جماعت میں نئے لوگوں کے شامل ہونے کا اس صورت میں فائدہ ہو سکتا ہے کہ شامل ہونے والوں کے اندر ایمان اور اخلاص ہو۔ صرف تعداد میں اضافہ کسی خوشی کا باعث نہ ہو۔ اگر کسی کے گھر میں دس سیر دودھ ہو تو اس میں دس سیر پانی ملا کر وہ خوش نہیں ہو سکتا کہ اب اس کا دودھ بیس سیر ہو گیا۔ خوشی کی بات یہی ہے کہ دودھ ہی بڑھا دیا جائے اور دودھ ڈال کے دودھ بڑھانے میں ہی فائدہ ہے۔

(بعض اہم اور ضروری امور۔ انوار العلوم جلد 16 صفحہ 294-293)

پس چاہے وہ نئے ہیں یا پرانے ہمیں اپنے ایمانوں میں ترقی کرنے کی طرف کوشش کرنی چاہئے۔ اگر وہ سات سو کا ایمان ایسا تھا کہ ان کا خیال تھا کہ دنیا کا کوئی (دشمن) ہمیں شکست نہیں دے سکتا اور دنیا نے دیکھا کہ نہیں دی۔

اسی مقدمے کے بارے میں ایک جگہ آپ مزید فرماتے ہیں کہ خواجہ کمال الدین صاحب کی یہ عادت تھی کہ وہ بہت لمبی بات کرتے تھے۔ انہوں نے کہا حضور! مجسٹریٹ ضرور قید کر دے گا اور سزا دے گا۔ بہتر ہے کہ فریق ثانی سے صلح کر لی جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کہنیوں پر سہارا لے کر بیٹھ کر فرمایا۔ خواجہ صاحب خدا تعالیٰ کے شیر پر ہاتھ ڈالنا کوئی آسان بات نہیں۔ میں خدا تعالیٰ کا شیر ہوں۔ وہ مجھ پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دو مجسٹریٹوں میں سے جو اس مقدمے کا فیصلہ کرنے کے لئے مقرر تھے ایک کا لڑکا پاگل ہو گیا۔ اس کی بیوی نے اسے لکھا (گو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا مامور تو نہیں مانتی تھی لیکن اس نے لکھا) کہ تم نے ایک مسلمان فقیر کی ہتک کی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ایک لڑکا پاگل ہو گیا ہے۔ اب دوسرے کے لئے ہشیار ہو جاؤ۔ وہ مجسٹریٹ چونکہ پڑھا لکھا تھا اس نے کہا کیا جاہلانہ باتیں میری بیوی کر رہی ہے۔ اسے ایسی باتوں پر یقین نہیں ہوتا تھا۔ اس نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی تو نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا دوسرا لڑکا دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ وہ دریائے راوی پر گیا تھا وہاں نہا رہا تھا کہ مگر مچھ نے اس کی ٹانگ پکڑ لی۔ اس طرح وہ بھی ختم ہو گیا۔ اس مجسٹریٹ کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تنگ کرنے کی انتہا تھی، اس قدر تنگ کیا کرتا تھا کہ مقدمے کے دوران سارا وقت آپ کو کھڑا رکھتا۔ اگر پانی کی ضرورت محسوس ہوتی تو پانی پینے کی اجازت نہ دیتا۔ ایک دفعہ خواجہ صاحب نے پانی پینے کی اجازت بھی مانگی مگر اس نے اجازت نہ دی۔ (ماخوذ از خطبات محمود۔ جلد اول صفحہ 429-428)

ایک دوسرا مجسٹریٹ بھی تھا جو اس کے بعد آیا، وہ بھی معطل ہو گیا جیسا کہ ذکر آیا ہے۔ بہر حال یہ دونوں لوگ جو تھے وہ بڑے سخت ظلم پر آمادہ تھے اور پھر انہوں نے اپنا انجام بھی دیکھا۔ اس مجسٹریٹ کے انجام کی حالت بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مَیں دہلی جا رہا تھا کہ لدھیانہ کے اسٹیشن پر مجھے ملا۔ وہ مجسٹریٹ جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ یہ سلوک کیا تھا لدھیانے کے اسٹیشن پر حضرت مصلح موعود کو ملا اور بڑے الحاح سے بڑے درد سے کہنے لگا کہ دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے صبر کی توفیق دے۔ مجھ سے بڑی غلطیاں ہوئی ہیں اور میری حالت ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ میں پاگل نہ ہو جاؤں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ یہ آیات بینات ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے انبیاء کی سچائی ظاہر کرتا ہے۔ (تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 360-359)

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ رستم کے گھر چور آ گیا۔ رستم بیشک بہت بہادر تھا مگر اس کی شہرت فنونِ جنگ میں تو تھی۔ وہ جنگ کرنے میں تو ماہر تھا۔ تلوار چلانی خوب جانتا تھا لیکن ضروری نہیں ہے کہ جو جنگ کا ماہر ہو وہ کشتی کرنے میں بھی ماہر ہو۔ بہر حال چور آ گیا اس نے چور کو پکڑنے کی کوشش کی۔ چور کشتی لڑنا جانتا تھا۔ اس نے رستم کو نیچے گرا دیا۔ جب رستم نے دیکھا کہ اب تو میں مارا جاؤں گا تو اس نے کہا آ گیا رستم۔ چور نے جب یہ آواز سنی تو فوراً اسے چھوڑ کر بھاگ گیا۔ غرض چور رستم کے ساتھ تو لڑتا رہا بلکہ اسے نیچے گرا لیا مگر رستم کے نام سے ڈر کر بھاگ گیا۔ اس حوالے سے آپ نے یہ بھی نصیحت فرمائی کہ بعض دفعہ بعض لوگ ایسی افواہیں پھیلا دیتے ہیں جس سے لوگوں کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کسی آدمی کے گھر میں آگ لگی ہو تو ٹھیک ہے وہ بجھانے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس پر اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا یہ خبر سن کر ہوتا ہے کہ اس کے گھر کو آگ لگ گئی اور وہ وہاں موجود نہیں تھا۔ (ماخوذ از بعض اہم اور ضروری امور۔ انوار العلوم جلد 16 صفحہ 277)

پھر آپ نے فرمایا کہ کسی جگہ بموں کا پڑنا اتنا خطرناک نہیں ہوتا جتنا یہ شور پڑ جانا کہ بم پڑ رہے ہیں۔ تو غلط افواہیں جو ہیں بعض دفعہ بزدلی پیدا کر دیتی ہیں۔ پس اپنی بہادری اور جرأت کو قائم کرنے کے لئے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ غلط افواہوں کو پھیلنے سے روکا جائے اور اس کا مقابلہ کیا جائے۔

(ماخوذ از بعض اہم اور ضروری امور۔ انوار العلوم جلد 16 صفحہ 276)

رستم کو چور نے قابو کر لیا لیکن اس کے نام کا خوف تھا تو اس نام سے دوڑ گیا۔ اسی طرح بعض دفعہ افواہیں جو ہیں غلط رنگ میں ماحول کو خوفزدہ کر دیتی ہیں اس لئے ہمیشہ افواہوں سے بچنا چاہئے اور ایسے حالات میں جرأت کا مظاہرہ بھی کرنا چاہئے۔

یہ جو مقدمہ کرم دین تھا۔ اس کے بارے میں بھی فرماتے ہیں۔ 1902ء کے آخر میں حضرت مسیح موعودؑ پر ایک شخص کرم دین نے ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ کیا اور جہلم کے مقام پر عدالت میں حاضر ہونے کے لئے آپ کے نام سمن جاری ہوا۔ چنانچہ آپ جنوری 1903ء میں وہاں تشریف لے گئے۔ یہ سفر آپ کی کامیابی کے شروع ہونے کا پہلا نشان تھا کہ گویا آپ ایک فوجداری مقدمے کی جوابدہی کے لئے جا رہے

تھے لیکن پھر بھی لوگوں کے ہجوم کا یہ حال تھا کہ اس کا کوئی اندازہ نہیں ہوسکتا۔ جس وقت آپ جہلم کے سٹیشن پر اترے ہیں اس وقت وہاں اس قدر انبوہ کثیر تھا کہ پلیٹ فارم پر کھڑے ہونے کی جگہ نہ رہی بلکہ سٹیشن کے باہر بھی دورویہ سڑکوں پر لوگوں کی اتنی بھیڑ تھی کہ گاڑی کا گزرنا مشکل ہوگیا تھا۔ حتی کہ افسران ضلع کو انتظام کے لئے خاص اہتمام کرنا پڑا اور غلام حیدر صاحب تحصیلدار اس اسپیشل ڈیوٹی پر لگائے گئے۔ آپ حضرت صاحب کے ساتھ نہایت مشکل سے راستہ کراتے ہوئے گاڑی کو لے گئے کیونکہ شہر تک برابر ہجومِ خلائق کے سبب راستہ نہ ملتا تھا۔ اہل شہر کے علاوہ ہزاروں آدمی دیہات سے بھی آپ کی زیارت کے لئے آئے تھے۔ قریباً ایک ہزار آدمی نے اس جگہ بیعت کی اور جب آپ عدالت میں حاضر ہونے کے لئے گئے تو اس قدر مخلوق کارروائی مقدمہ سننے کے لئے موجود تھی کہ عدالت کو انتظام کرنا مشکل ہوگیا۔ دور میدان تک لوگ پھیلے ہوئے تھے۔ (بہرحال) پہلی پیشی میں آپ بری کئے گئے اور مع الخیر واپس تشریف لے آئے۔

(ماخوذ از سیرت مسیح موعودؑ۔ انوار العلوم جلد 3 صفحہ 366)

بہرحال اس کے بعد جس طرح کہ آپ نے ذکر کیا تعداد بھی بڑھنی شروع ہوگئی۔ 1903ء سے آپ کی ترقی حیرت انگیز طریق سے شروع ہوگئی اور بعض دفعہ ایک ایک دن میں پانچ پانچ سو آدمی بیعت کے خطوط لکھتے تھے اور آپ کے پیرو اپنی تعداد میں ہزاروں لاکھوں تک پہنچ گئے۔ ہر قسم کے لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ سلسلہ بڑے زور سے پھیلنا شروع ہوگیا اور آپ کی زندگی میں ہی یہ پنجاب سے نکل کر دوسرے صوبوں اور پھر دوسرے ملکوں میں بھی پھیلنا شروع ہوگیا۔

(ماخوذ از بعض اہم اور ضروری امور۔ انوار العلوم جلد 16 صفحہ 276)

اللہ تعالیٰ گستاخی کی سزا کس طرح دیتا ہے۔ ایک تو مجسٹریٹ کا واقعہ سنا۔ ایک اور واقعہ آپ بیان فرماتے ہیں کہ ’’ہم ایک دفعہ لکھنؤ گئے وہاں ایک سرحدی مولوی عبدالکریم تھا جو ہماری جماعت کا شدید مخالف تھا۔ اس نے ہمارے آنے کے بعد ایک تقریر کی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک واقعہ کو اس نے نہایت تحقیر کے طور پر بیان کیا۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دلّی گئے۔ وہاں ہمارے ایک رشتے کے ماموں مرزا حیرت دہلوی تھے۔ انہیں ایک دن شرارت سوجھی اور وہ جعلی انسپکٹر پولیس بن کر آ گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ڈرانے کے لئے کہنے لگے کہ میں انسپکٹر پولیس ہوں اور مجھے حکومت کی طرف سے اس لئے بھیجا گیا ہے کہ میں آپ کو نوٹس دوں کہ آپ یہاں سے فوراً چلے جائیں ورنہ آپ کو نقصان ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو اس کی طرف توجہ نہ دی مگر بعض دوستوں نے تحقیق کرنی چاہی کہ یہ کون شخص ہے تو وہ وہاں سے بھاگ گئے۔ اس واقعہ کو مولوی عبدالکریم سرحدی نے جو غیر احمدی مولوی تھا اس رنگ میں بیان کیا کہ دیکھو وہ خدا کا نبی بنا پھرتا ہے مگر وہ دلی گیا تو مرزا حیرت انسپکٹر پولیس بن کر اس کے پاس چلا گیا۔ وہ کوٹھے پر بیٹھا ہوا تھا‘‘ (حالانکہ یہ بھی بات بالکل جھوٹ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت نیچے دالان میں، گھر کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے۔) مولوی عبدالکریم حضرت مسیح موعودؑ کے بارے میں کہتا ہے کہ ’’جب اس نے سنا کہ انسپکٹر پولیس آیا ہے تو ایسا گھبرایا کہ سیڑھیوں سے اترتے وقت اس کا پیر پھسلا اور وہ منہ کے بل زمین پر آ گرا۔ لوگوں نے یہ تقریر سن کر بڑے قہقہے لگائے اور بڑے ہنستے رہے لیکن اس بات کے بعد واقعہ کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ پکڑ کس طرح کرتا ہے۔ اسی رات مولوی عبدالکریم کو خدا تعالیٰ نے پکڑ لیا۔ وہ اپنے مکان کی چھت پر سویا ہوا تھا۔ رات کو کسی کام کے لئے اٹھا اور چونکہ اس چھت کی کوئی منڈیر نہیں تھی اور نیند سے اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں اس کا ایک پاؤں چھت سے باہر جا پڑا اور وہ دھڑام سے نیچے آ گرا اور گرتے ہی مر گیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ دیکھو اگر اس کو غیب کا پردہ نہ ہونے کی صورت میں پتا ہوتا کہ مجھے گستاخی کی یہ سزا ملے گی تو کبھی گستاخی نہ کرتا بلکہ آپ پر ایمان لے آتا گو ایسا ایمان اس کے کسی کام نہ آتا کیونکہ جب غیب ہی نہ رہا تو ایمان کا کیا فائدہ۔ ایمان تو اسی وقت آتا ہے جب کچھ غیب پر بھی ایمان لایا جائے۔ ایمان تو وہی کارآمد ہوسکتا ہے جو غیب کی حالت میں ہو۔ ثواب یا عذر سامنے نظر آنے پر تو ہر کوئی ایمان لاسکتا ہے۔‘‘ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 23)

بہرحال اس سے یہ بات بھی اس کا انجام دیکھنے والوں پر ظاہر ہوگئی کہ خدا تعالیٰ کے انبیاء کے ساتھ تمسخر کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

آج جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمسخرانہ رویہ اپنائے ہوئے ہیں یا بیہودہ گوئیاں کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے نبی ہیں۔ کیا آپ کے بارے میں لوگوں کی بیہودہ گوئیوں کو اللہ تعالیٰ یونہی جانے دے گا؟ نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ایسوں کو دنیا میں بھی عبرت کا نشان بناتا ہے۔ پس ایسے لوگوں کا علاج مسلمانوں کو ہاتھ سے نہیں یا بندوق سے نہیں کرنا بلکہ دعاؤں کے ذریعہ سے کرنا چاہئے۔ لیکن اس کا بھی حقیقی اِدراک احمدیوں کو ہی ہے۔ اس لئے جیسا کہ میں نے کہا ہمیں اپنے دردوں کو دعاؤں میں ڈھالنا چاہئے اور ان دنوں میں خاص طور پر دعا کرنی چاہئے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس واقعہ کا جو پہلے مولوی کا بیان ہو چکا ہے، ذکر کرتے ہوئے آگے مزید فرماتے ہیں کہ ’’بہت سے لوگ ایسے تھے جو کہتے تھے کہ مرزا صاحب کو کوڑھ ہو جائے گا۔ خدا نے انہیں ہی کوڑھ میں مبتلا کر دیا۔ بہت کہتے تھے کہ مرزا صاحب کو طاعون ہو جائے گا۔ خدا نے یہ کہنے والوں کو طاعون سے ہلاک کیا۔ جب ہزاروں مثالیں اس قسم کی موجود ہیں تو ہم کہاں تک انہیں اتفاقات پر محمول کریں۔ پس اپنے اندر ایسی پاک تبدیلی پیدا کرو کہ دنیا اسے محسوس کرے۔ تمہاری حالت یہ ہو کہ تمہارے تقویٰ و طہارت تمہاری دعاؤں کی قبولیت اور تمہارے تعلق باللہ کو دیکھ کر لوگ اس طرف کھنچے چلے آویں۔ یاد رکھو کہ احمدیت کی ترقی ایسے ہی لوگوں کے ذریعہ سے ہوگی اور آپ لوگ اس مقام پر یا اس کے قریب تک پہنچ جائیں گے تو پھر اگر آپ باہر بھی قدم نہ نکالیں گے بلکہ کسی پوشیدہ گوشے میں بھی جا بیٹھیں گے تو وہاں بھی لوگ آپ کے گرد جمع ہو جائیں گے۔‘‘ (ماخوذ از جماعت احمدیہ دہلی کے ایڈریس کا جواب۔ انوار العلوم جلد 12 صفحہ 86)

اور انشاء اللہ تعالیٰ احمدیت میں داخل ہوں گے۔

ایک واقعہ کا ذکر آپ فرماتے ہیں کہ ’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ میں گئے تو مولویوں نے فتویٰ دیا کہ جو اُن کے لیکچر میں جائے گا اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا لیکن چونکہ حضرت مرزا صاحب کی کشش ایسی تھی کہ لوگوں نے اس فتوے کی بھی کوئی پرواہ نہ کی۔ راستوں پر پہرے لگا دیئے گئے تا کہ لوگوں کو جانے سے روکیں۔ سڑکوں پر پتھر جمع کر لئے گئے کہ جو نہ رکے گا اسے ماریں گے۔ پھر جلسہ گاہ سے لوگوں کو پکڑ پکڑ کر لے جاتے تھے کہ لیکچر نہ سنیں۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک بی ٹی صاحب تھے جو اس وقت سیالکوٹ میں سٹی انسپکٹر تھے اور پھر سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی ہو گئے تھے۔ وہاں پر امن قائم کرنے کے لئے یا نگرانی کرنے کے لئے ان کا انتظام تھا۔ بہرحال فرماتے ہیں جب لوگوں نے بہت شور مچایا اور فساد کرنا چاہا تو چونکہ حضرت صاحب کی تقریر انہوں نے یعنی بی ٹی صاحب نے، انسپکٹر پولیس نے بھی سنی تھی۔ وہ حیران ہو گئے کہ اس تقریر میں حملہ تو آریوں اور عیسائیوں پر کیا گیا ہے اور جو کچھ مرزا صاحب نے کہا ہے اگر وہ مولویوں کے خیالات کے خلاف بھی ہو تو بھی اس سے اسلام پر کوئی اعتراض نہیں آتا۔ اور اگر وہ باتیں سچی ہیں تو اسلام کا سچا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ پھر مسلمانوں کے فساد کرنے کی کیا وجہ ہے؟ پھر فرماتے ہیں کہ اگرچہ وہ سرکاری افسر تھا مگر وہ جلسے میں کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ یہ تو یہ کہتے ہیں کہ عیسائیوں کا خدا مر گیا اس پر اے مسلمانو! تم کیوں غصہ کرتے ہو؟‘‘ (ماخوذ از تحریک شدھی ملکانہ۔ انوار العلوم جلد 7 صفحہ 192)

حضرت مولوی برہان الدین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک نہایت ہی مخلص صحابی گزرے ہیں۔ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ’’احمدیت سے پہلے وہ وہابیوں کے مشہور عالم تھے اور ان میں انہیں بڑی عزت حاصل تھی۔ جب احمدی ہوئے تو باوجود اس کے کہ ان کے گزارے میں تنگی آ گئی پھر بھی انہوں نے پرواہ نہ کی اور اسی غربت میں دن گزار دیئے۔ بہت ہی مستغنی المزاج آدمی تھے۔ انہیں دیکھ کر کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ یہ کوئی عالم ہیں بلکہ بظاہر انسان یہی سمجھتا تھا کہ یہ کوئی بہت ہی مزدور پیشہ یا کمّی ہیں۔ بہت ہی منکسر طبیعت کے آدمی تھے۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ مجھے ان کا ایک لطیفہ ہمیشہ یاد رہتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب سیالکوٹ تشریف لے گئے اور وہاں سخت مخالفت ہوئی تو اس کے بعد جب آپ واپس آئے تو مخالفوں کو جس جس شخص کے متعلق پتا لگا کہ یہ احمدی ہے اسے سخت تکلیفیں دینی شروع کر دیں۔ مولوی برہان الدین صاحب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ٹرین پر سوار کرا کے اسٹیشن سے واپس جا رہے تھے کہ لوگوں نے ان پر گوبر اٹھا اٹھا کر پھینکنا شروع کر دیا اور ایک نے تو گوبر آپ کے منہ میں ڈال دیا۔ مگر وہ بڑی خوشی سے اس تکلیف کو برداشت کرتے گئے اور جب بھی ان پر گوبر پھینکا جاتا تو بڑے مزے سے کہتے کہ ’’ایہہ دِن کتّھوں، اے خوشیاں کتّھوں‘‘۔ اور بتانے والے نے بتایا کہ ذرا بھی ان کی پیشانی پر بل نہ آتا۔ غرض اس کے مختلف وَرژن ہیں۔ مختلف بیان ہیں۔ لیکن بہرحال اصل الفاظ یہ نہ بھی ہوں تو مطلب یہی ہے کہ انہوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ ان کے ماتھے پر کوئی بل نہیں آیا اور اس کو یہ سمجھا کہ اس مخالفت کی وجہ سے جو مجھ پر ہو رہا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ بہرحال فرماتے ہیں کہ غرض بہت ہی مخلص انسان تھے۔ وہ اپنے احمدی ہونے کا موجب ایک عجیب واقعہ سنایا کرتے تھے۔ احمدی گو وہ کچھ عرصہ بعد میں ہوئے ہیں مگر انہوں نے دعویٰ سے بہت ہی پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شناخت کر لیا تھا۔ درمیان میں کچھ وقفہ پڑ گیا۔ انہوں نے ابتدا میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر سنا تو پیدل قادیان آئے۔ یہاں آ کر پتا لگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گورداسپور تشریف لے گئے ہیں۔ شاید کسی مقدمے میں پیشی تھی یا کوئی اور وجہ تھی۔ مجھے صحیح معلوم نہیں۔ آپ فوراً گورداسپور پہنچے۔ وہاں انہیں حضرت حافظ حامد علی صاحب مرحوم ملے۔ یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک دیرینہ خادم اور دعویٰ سے پہلے آپ کے ساتھ رہنے والے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ذیل گھر میں یا کہیں اور ٹھہرے ہوئے تھے اور جس کمرے میں آپ مقیم تھے اس کے دروازے پر چِک پڑی ہوئی تھی۔ مولوی برہان الدین صاحب کے دریافت کرنے پر حافظ حامد علی صاحب نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے کمرے میں کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے (مولوی برہان الدین صاحب نے) کہا مَیں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ حافظ صاحب نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مصروفیت کی وجہ سے منع کیا ہے اور حکم دے رکھا ہے کہ آپ کو نہ بلایا جائے۔ مولوی صاحب نے منتیں کیں۔ کسی طرح ملاقات کروا دو۔ مگر حافظ صاحب نے کہا میں کس

طرح عرض کرسکتا ہوں جبکہ آپ نے ملنے سے منع کیا ہوا ہے۔ لیکن آخر بہت سی منتوں کے بعد انہوں نے حافظ صاحب سے اتنی اجازت لے لی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چک سے جھانک کر زیارت کر لیں۔ یا یہ کہ ان کی نظر بچا کر انہوں نے دیکھ لیا۔ بہرحال حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں اس وقت مجھے تفصیل یاد نہیں۔ وہ اس کمرے کی طرف گئے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے اور چک اٹھا کر جھانکا تو دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ٹہل رہے ہیں۔ اس وقت آپ کی دروازے کی طرف پشت تھی اور بڑی تیزی سے دیوار کی دوسری طرف جا رہے تھے۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ عادت تھی جب آپ کتاب، اشتہار یا کوئی مضمون لکھتے تو بسا اوقات ٹہلتے ہوئے لکھتے جاتے اور آہستہ آواز سے اسے ساتھ ساتھ پڑھتے بھی جاتے۔ اس وقت بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کوئی مضمون لکھ رہے تھے اور بڑی تیزی سے ٹہلتے جا رہے تھے اور ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے۔ دیوار کے قریب پہنچ کر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام واپس مڑنے لگے تو مولوی برہان الدین صاحب کہتے ہیں کہ میں وہاں سے بھاگا تا آپ کہیں مجھے دیکھ نہ لیں۔ حافظ حامد علی صاحب نے یا کسی اور نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کر لی۔ وہ کہنے لگے بس پتا لگ گیا اور پنجابی میں کہنے لگے کہ جیڑا کمرے وِچ اینا تیز تیز چلدا اے اس نے کسی دور جگہ ہی جانا ہے۔ یعنی جو کمرے میں اس قدر تیز چل رہا ہے معلوم ہوتا ہے کہ منزل مقصود بہت دور ہے اور اسی وقت آپ کے دل میں یہ بات جم گئی کہ آپ دنیا میں کوئی عظیم الشان کام کر کے رہیں گے۔‘‘

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں ’’یہ ایک نکتہ ہے مگر اس کو نظر آ سکتا ہے جسے روحانی آنکھیں حاصل ہوں۔ وہ اس وقت بغیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کوئی بات کئے چلے گئے۔ مگر چونکہ یہ بات دل میں جم چکی تھی اس لئے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق دی اور پھر اس قدر اخلاص بخشا کہ انہیں کسی کی مخالفت کی پرواہ ہی نہ رہی۔‘‘

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ ’’تیزی کے ساتھ کام کرنے سے اوقات میں بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔‘‘ اور پھر آپ نے فرمایا کہ ’’بچوں کو جلدی کام کرنے اور جلدی سوچنے کی عادت ڈالی جائے۔ مگر جلدی سے مراد جلد بازی نہیں بلکہ سوچ سمجھ کر تیزی سے کام کرنا ہے۔ جلد باز شیطان ہے۔ لیکن سوچ سمجھ کر جلدی کام کرنے والا خدا تعالیٰ کا سپاہی ہے۔‘‘ یہ سستی بہت سوں میں پیدا ہوتی ہے کہ آرام کر لیں، بعد میں کام کر لیں گے تو پھر ہمیشہ کام لیٹ ہوتا چلا جاتا ہے۔ پس صرف بچوں کی بات نہیں ہے۔ بڑوں اور عہدیداروں کو بھی اپنے کاموں میں تیزی پیدا کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ ہم اس مسیح کے ماننے والے ہیں جنہوں نے وقت کو بڑی قدر کرتے ہوئے استعمال کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے الہاماً بھی فرمایا کہ ان کا وقت ضائع نہیں کیا جاتا۔ پس ہمیں اس طرف توجہ رکھنی چاہئے۔

پھر حضرت مسیح موعود کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ ’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو میں نے دیکھا ہے کہ آپ دن بھر گھر کے اندر کام کرتے لیکن روزانہ ایک دفعہ سیر کے لئے ضرور جاتے۔‘‘ (تحریر، تقریر، ملاقاتیں یہ سارے کام ہوتے لیکن سیر کے لئے ضرور جاتے۔) اور چوہتر پچہتر برس کی عمر کے باوجود سیر پر اس قدر باقاعدگی رکھتے۔ (اب آپ نے عمر یہاں اندازاً (بیان) فرمائی ہے۔ اس میں بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ بعض لوگوں کو عادت پڑ جاتی ہے کہ یہاں حوالہ سن لیا تو پھر بحث شروع ہو جائے گی یہ تہتر سال تھی یا چوہتر سال تھی یا پچہتر سال تھی اندازاً حضرت مصلح موعود بیان فرما رہے ہیں تو بہرحال فرماتے ہیں کہ اتنی عمر کے باوجود سیر پر اس قدر باقاعدگی رکھتے) ’’کہ آج وہ ہم سے نہیں ہو سکتی۔ ہم بعض دفعہ سیر پر جانے سے رہ جاتے ہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام ضرور سیر کے لئے تشریف لے جاتے۔‘‘ (آپ نے فرمایا) ’’کھلی ہوا کے اندر چلنا پھرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا دماغ کے لئے مفید ہوتا ہے اور جب تحریک جدید کے بورڈر، (بورڈرز کو یہ نصیحت فرما رہے ہیں) کھلی ہوا میں رہ کر مشقت کا کام کریں گے تو جہاں ان کی صحت اچھی رہے گی وہاں ان کا دماغ بھی ترقی کرے گا اور وہ دنیا کے لئے مفید وجود بن جائیں گے۔‘‘

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 16 صفحہ 836 تا 839)

پس آجکل کھلی فضا میں کھیلنے کی طرف بھی بچوں اور نوجوانوں کو خاص طور پر توجہ دینی چاہئے اور توجہ دلانے کی ضرورت بھی ہے اور جامعات کے طلباء کے لئے تو خاص طور پر کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ روزانہ باہر کھیلنا لازمی قرار دیا جانا چاہئے۔ آجکل ٹی وی اور اس سے متعلقہ کھیلوں نے جو باہر کی ورزشیں ہیں ان کو بالکل بند کر دیا ہے۔ اگر کوئی مجبوری نہ ہو تو بہرحال سیر اور کھیلیں ہونی چاہئیں۔

اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ موت سے ڈرنے والوں کو دشمن ڈراتا ہے، آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس واقعہ کو جو مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کا ہے اُسے اس رنگ میں بیان فرمایا ہے کہ ’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب سیالکوٹ تشریف لے گئے تو مولویوں نے فتویٰ دے دیا کہ جو شخص مرزا صاحب کے پاس جائے گا یا ان کی تقریروں میں شامل ہوگا اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ یہ کافر اور دجال ہیں۔ ان سے بولنا، ان کی باتیں سننا اور ان کی کتابیں پڑھنا بالکل حرام ہے بلکہ ان کو مارنا اور قتل کرنا ثواب کا موجب ہے۔‘‘ (تو مولویوں کی یہ بات کوئی نئی نہیں ہمیشہ سے چلی آ رہی ہے۔) ’’مگر آپ کی موجودگی میں انہیں فساد کی جرأت نہ ہوئی (کیونکہ اس وقت وہاں پولیس کا بھی پہرا تھا اور سرکاری افسر بھی تھے اور لوگ بھی کافی تھے اس لئے اس وقت تو فساد کی جرأت نہ ہوئی) کیونکہ چاروں طرف سے احمدی جمع تھے۔ انہوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ ان کے جانے کے بعد فساد کیا جائے۔ (حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ) میں بھی اس وقت آپ کے ساتھ تھا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں سے روانہ ہوئے اور گاڑی میں سوار ہوئے تو دور تک آدمی کھڑے تھے جنہوں نے پتھر مارنے شروع کر دیئے مگر چلتی گاڑی پر پتھر کس طرح لگ سکتے تھے۔ شاذ و نادر ہی ہماری گاڑی کو کوئی پتھر لگتا۔ وہ مارتے تو ہم کو تھے اور لگتا ان کے کسی اپنے آدمی کو جا کے تھا۔ پس ان کا یہ منصوبہ تو پورا نہ ہو سکا۔ باقی احمدی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وجہ سے وہاں جمع تھے ان میں سے کچھ تو اردگرد کے دیہات کے رہنے والے تھے جو آپ کی واپسی کے بعد ادھر ادھر پھیل گئے اور جو تھوڑے سے مقامی احمدی رہ گئے یا باہر کی جماعتوں کے مہمان تھے ان پر مخالفین نے سٹیشن پر ہی حملے شروع کر دیئے۔ ان لوگوں میں سے جن پر حملہ ہوا ایک مولوی برہان الدین صاحب بھی تھے۔ (ان کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔) مخالفوں نے ان کا تعاقب کیا۔ پتھر مارے اور برا بھلا کہا (اور پھر وہی واقعہ ایک دکان میں لے جا کے ان کے منہ میں گوبر ڈالا گیا۔ تو یہ بیان فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں تو جب مولوی صاحب کے ساتھ یہ زیادتی ہو رہی تھی ظلم ہو رہا تھا) تو بجائے اس کے کہ مولوی صاحب گالیاں دیتے یا شور مچاتے۔ جنہوں نے وہ نظارہ دیکھا ہے بیان کرتے ہیں کہ وہ بڑے اطمینان اور خوشی سے یہ کہتے جاتے تھے کہ سبحان اللہ یہ دن کسے نصیب ہوتا ہے۔ یہ دن تو اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے آنے پر ہی نصیب ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے جس نے مجھے یہ دن دکھایا۔ (آپ فرماتے ہیں کہ) نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی دیر میں جو لوگ حملہ کر رہے تھے ان کے نفس نے ملامت کی اور وہ شرمندگی اور ذلت سے آپ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ تو بات یہ ہے کہ جب دشمن دیکھتا ہے کہ یہ لوگ موت سے ڈرتے ہیں تو کہتا ہے آ ؤ ہم انہیں ڈرائیں‘‘۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 583-582)

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ شیطان اپنے اولیاء کو ڈراتا ہے۔ پس جب کوئی شخص ڈرتا ہے تو دشمن سمجھتے ہیں کہ یہ شیطانی آدمی ہے۔ لیکن اگر وہ ڈرتا نہیں بلکہ ان حملوں اور تکلیفوں کو خدا تعالیٰ کا انعام سمجھتا ہے اور کہتا ہے خدا تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے یہ عزت کا مقام عطا فرمایا اور اس نے مجھ پر احسان کیا ہے کہ میں اس کی خاطر ماریں کھا رہا ہوں تو دشمن مرعوب ہو جاتا ہے اور آخر اس میں ندامت پیدا ہو جاتی ہے۔

مولوی برہان الدین صاحب کے تعلق میں ایک اور واقعہ بھی ہے۔ ’’مولوی برہان الدین صاحب (جیسا کہ بتایا گیا) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت مخلص صحابی تھے۔ نہایت خوش مذاق آدمی تھے۔ انہی کی وفات اور مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی وفات کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مدرسہ احمدیہ کے قیام کا خیال پیدا ہوا تھا (جو بعد میں پھر جامعہ احمدیہ بن گیا۔ تو فرماتے ہیں کہ) وہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آئے اور ذکر کیا کہ میں نے خواب میں اپنی فوت شدہ ہمشیرہ کو دیکھا ہے۔ وہ مجھے ملی ہے۔ میں نے اسے پوچھا کہ بہن بتاؤ وہاں تمہارا کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگی خدا نے بڑا فضل کیا ہے مجھے اس نے بخش دیا اور اب میں جنت میں آرام سے رہتی ہوں۔ میں نے پوچھا کہ بہن وہاں کرتی کیا ہو؟ وہ کہنے لگی یہ بھی لطیفہ ہے۔ کہنے لگی بیر بیچتی ہوں۔ مولوی برہان الدین صاحب کہنے لگے میں نے خواب میں ہی کہا، ’بہن ساڈھی قسمت وی عجیب اے، سانوں جنت دے وِچ وی بیرای ویچنے پئے‘۔ ان کے خاندان میں چونکہ غربت تھی اس لئے خواب میں بھی ان کا خیال ادھر گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ رؤیا سن کر فرمایا مولوی صاحب! اس کی تعبیر تو اور ہے مگر خواب میں بھی آپ کو تمسخر ہی سوجھا اور آپ کو مذاق کرنا نہ بھولا۔ (کیونکہ مذاق کیا کرتے تھے۔) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ بیر درحقیقت جنتی پھل ہے اور اس سے مراد ایسی کامل محبت ہوتی ہے جو لازوال ہو۔ کیونکہ سِدرۃ لازوال الٰہی محبت کا مقام ہے۔ پس اس کی تعبیر یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی لازوال محبت لوگوں میں تقسیم کرتی ہوں تو بہن کا مطلب یہ تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی لازوال محبت لوگوں میں تقسیم کرتی ہوں۔ (پھر آپ وضاحت میں فرماتے ہیں) غرض مومن تو کسی جگہ رہے اسے کام کرنا پڑے گا یعنی یہ نہیں کہ مرنے کے بعد جنت میں چلے گئے تو صرف آرام ہی آرام ہے۔ کام کرنا پڑے گا جیسا کہ ان کی ہمشیرہ نے انہیں بتایا کہ میں کیا کام کرتی ہوں اور اگر کسی وقت کسی کے ذہن میں یہ آیا کہ اب آرام کا وقت ہے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اس نے اپنے ایمان کو کھو دیا کیونکہ جس بات کو اسلام نے ایمان اور آرام قرار دیا ہے وہ کام کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ صاف طور پر فرماتا ہے کہ فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارۡغَبۡ (الانشراح:9-8)۔ کہ جب تم فارغ ہو جاؤ تو اور زیادہ محنت کرو اور اپنے رب کی طرف دوڑ پڑو۔ یہ نکتہ ہے جسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ تمہارے لئے ان معنوں میں کوئی آرام نہیں جسے دنیا کے لوگ آرام کہتے ہیں۔ لیکن جن معنوں میں قرآن کریم آرام کا وعدہ کرتا ہے اسے تم آسانی سے حاصل کر سکتے ہو۔ دنیا جن معنوں میں آرام کا مطلب لیتی ہے وہ یقیناً غلط ہے اور ان معنوں سے جس شخص نے آرام کی تلاش کی وہ اس جہان میں بھی اندھا رہے گا اور آخرت میں بھی اندھا اٹھے گا‘‘۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 16 صفحہ 613-612)

پس مومن کا کام ہے کہ اپنے آپ کو کام میں مصروف رکھے۔ ایک ہدف کو حاصل کر کے دوسرے ٹارگٹ کی تلاش کے لئے کمربستہ ہو جائے۔ اور یہی انفرادی اور قومی ترقی کا نسخہ ہے اور راز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

دنیائے مذاہب

{عصر حاضر کی مذہبی دنیا میں سامنے آنے والے واقعات سے انتخاب}

طارق حیات۔مربی سلسلہ احمدیہ

قسط نمبر 6

بلائے دمشق

9اپریل 1907ء کو اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً پیش خبری دی:

''بلائے دمشق''۔

(تذکرہ،صفحہ 603۔جدید کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن)

یہ پیشگوئی ایک دفعہ 1930ء کی دہائی میں پوری ہوچکی ہے۔جس کا تفصیلی تعارف، تجزیہ، پس منظر اور پیش منظر کا ذکر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 13نومبر 1925ء (مطبوعہ: خطبات محمود، جلد نہم صفحہ 324 تا 339،زیر اہتمام: فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ) میں فرما چکے ہیں۔

ہمارا ماننا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو پیش خبریاں دیتا ہے اور وہ ایک سے زیادہ دفعہ بھی پوری ہوسکتی ہیں۔

ہم آگاہ ہیں کہ عصر جدید کی سفارتی وصحافتی زبان میں دارالحکومت کے نام سے ملک مراد لیا جاتا ہے۔یعنی شہر دمشق سے مراد سارا ملک شام بھی ہوسکتا ہے۔

جدید ذرائع ابلاغ سے استفادہ کرنے والے اور عالمی اخبارات کے قارئین دیکھ چکے ہیں کہ ماہ مارچ 2011ء کے وسط سے ملک شام میں شروع ہونے والی بدامنی کے چار برسوں میں عالمی اداروں کے مطابق طرفین کے دو سے تین لاکھ افراد زندگی گنوا چکے ہیں جبکہ قریباً ڈیڑھ لاکھ افراد لاپتہ ہیں۔ یہ لوگ یا تو قتل ہو چکے ہیں یا بطور جنگی قیدی موت سے بھی بدتر زندگی گزار رہے ہیں۔ چونکہ اس جنگ میں صرف دو اطراف ہی مصروف کار نہیں ہیں بلکہ پُرامن شہریوں کے لئے یہ ملک ایک غیر معمولی پیچیدہ جہنم بن چکا ہے کیونکہ وہ جس فریق کا بھی ساتھ دیں ان کی مشکلات ختم ہونے کا نام نہیں لیتی ہیں۔ برسرپیکار جنگجو گروپوں کی پیچیدگی کا یہ عالَم ہے کہ بعض محاذوں پر سہ مکھی لڑائی بھی جاری ہے۔ الغرض اس ملک گیر مشکل میں ہلاک شدگان کے علاوہ زخمیوں کا شمار اور حالت زار ایک الگ باب ہے۔

آبادی کے لحاظ سے اس چھوٹے سے ملک کے نصف شہری اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہوچکے ہیں۔ یہ عورتیں اور بچے ملک کے اندر بھی بے گھر ہوئے ہیں اور ملک سے باہر کسمپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں کیونکہ ملک کے طول وعرض میں سکنی مکانات ہی سرے سے مسمار کردیئے گئے ہیں۔

کسی مصیبت پر جب برس ہا برس گزر جائیں اور مستقبل قریب میں بہتری کی کوئی امید کی کرن بھی نظر نہ آرہی ہوتو اسے بلا ہی کہا جاسکتا ہے۔ایک عارضی یا وقتی مشکل کہہ کر نظرانداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔

شمالاً جنوباً قریباً ایک ہزار کلومیٹر کی لمبائی میں آباد ملک شام کی قریباً سو فیصد آبادی ان چار برسوں میں معمول سے ہٹ کر زندگی گزار رہی ہے لیکن اگر کوئی پھر بھی بضد ہو کہ الہام میں بلائے دمشق کہا گیا ہے اس لئے صرف دمشق شہر مراد ہے تو دمشق شہر کے متعلق یاد رہے کہ ایک مرکزی قدیمی شہر ہے جسے دمشق کہا جاتا ہے اور ایک مضافاتی دمشق ہے جسے ریف دمشق کہا جاتا ہے۔ دونوں کا انتظامی لحاظ سے الگ الگ ذکر کیا جاتا ہے۔ایک سو مربع کلومیٹر سے زیادہ رقبہ پر پھیلے اس علاقہ کی آبادی لاکھوں میں ہے۔

صرف دمشق کے لفظ پر اصرار کرنے والوں کے لئے عرض ہے کہ اب تک اس مذکورہ بالا دمشق اور ریف دمشق پر قبضہ کے معرکوں میں بھی ہزاروں عام شہری اور فوجی جوان کام آچکے ہیں۔شہری آبادی میں دن رات جاری رہنے والی جھڑپوں میں ہزاروں فوجی حصّہ لیتے ہیں۔ بھاری ہتھیاروں کا استعمال ہوتا ہے۔مخالف کو مرعوب کرنے کے لئے ہر جائز و ناجائز حربہ آزمایا جاتا ہے۔

لاکھوں کی آبادی کے شہر کی مشکلات کی فہرست بہت طویل بھی ہے اور تکلیف دِہ بھی۔عام شہری بتاتے ہیں کہ حکومتی ایجنسیوں کی وقت بے وقت پکڑ دھکڑ اور ظالمانہ تفتیش بھی جاری ہے اور کسی بھی وقت کسی عالمی طاقت کی طرف سے بمباری شروع ہونے کا بھی خطرہ منڈلاتا رہتا ہے۔

ملک شام میں گزشتہ کئی دہائیوں سے عوام کو گندم کی روٹی صرف حکومتی مراکز سے ہی قیمتاً مل رہی ہے۔اب حالیہ جنگی ماحول میں پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے لوگ جب گھر سے نکلتے ہیں تو ساتھ ہی یہ فکر بھی دامنگیر رہتی ہے کہ کہیں خود ہی نہ جنگ کا ایندھن بن جائیں۔افراد خانہ کے لئے چند روٹیاں حاصل کرنے کے لئے بھی کئی کئی پہر قطاروں میں کھڑے ہونا پڑتا ہے۔اسی طرح موسم سرما میں ملک شام ناقابل برداشت حد تک سرد ہوجاتا ہے۔ایسے میں رہائشی کمروں کو گرم رکھنے کے لئے روائتی ہیٹروں کے لئے درکار ڈیزل عنقا ہو چکا ہے۔وہاں برقی رو، انٹرنیٹ اور دیگر ذرائع ابلاغ کی معطّلی کا رونا رونا محض بچگانہ امر متصور ہوتا ہے۔

ملک شام میں کبھی عالمی اداروں کی اپیل سامنے آتی ہے کہ دمشق کے مضافاتی علاقوں کا محاصرہ ختم کیا جائے یا کم از کم اتنی رعائت تو دی جائے کہ چھ ماہ سے محصور شہریوں کو غذائی اشیاء ہی فراہم کرسکیں۔

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز گزشتہ چار برسوں سے امنِ عالم کے قیام کے لئے تمام میسر وممکنہ اسباب کے استعمال کے ساتھ ساتھ اہل شام کے لئے خصوصی دعا کی تحریک فرمارہے ہیں۔ ملک شام کے وہ مخلص احمدی بھائی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام نامی سن کر فوراً ''علیہ الصلوٰۃ والسلام'' دہرانے کے عادی ہیں اور ''یَدْعُوْنَ لَکَ اَبْدَالُ الشَّام'' کی آفاقی نوید کی عملی تصویر ہیں ان کی ناقابل بیان مشکلات کے جلد از جلد ازالہ کے لئے دعا کرنا یقیناً دنیا بھر کے احمدیوں کے لئے نہایت ضروری ہے۔

وہ شہر جہاں مسلمان علماء کی ایک جماعت فتاویٰ جاری کرے کہ لڑائی سے متاثرہ علاقوں میں بھوک کا شکار لوگ بلّی، کتّے اور گدھے کا گوشت کھا سکتے ہیں، ایسے میں ''بلائے دمشق'' کی صداقت کا انکار کرنے والے خود کسی بلا کے نیچے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بقیہ: احمدیوں پر دردناک مظالم از صفحہ 17

پاکستانی احمدیوں کا سری لنکا تک پیچھا

پاکستان میں ناگزیر حالات کی وجہ سے احمدی مختلف ممالک میں ہجرت کر جاتے ہیں۔ امسال سری لنکا نے وہاں پر پہنچ کر UNO میں اسائلم کی درخواست دائر کرنے والے 288/احمدیوں کو پاکستان ڈیپورٹ کردیا۔ اگرچہ جماعتِ احمدیہ کی مرکزی انتظامیہ اور یو این او کے ادارہ UNHCR کی طرف سے سری لنکا کی حکومت سے بار بار رابطہ کیا گیا اور احمدیوں کی پوزیشن واضح کی گئی لیکن سری لنکن حکومت نے کسی کی بات کو ماننے سے انکار کردیا۔ دوسری جانب پاکستان واپس پہنچنے والے احمدیوں سے پاکستان کی وزارتِ خارجہ سوتیلوں والا سلوک کرتے ہوئے انہیں بسہولت واپس آنے میں روکیں ڈالنے لگی۔ ان کے مطابق ان سے ایسا سلوک اس لیے کیا جارہا تھا کہ وہ لوگ عالمی برادری میں پاکستان کا نام بدنام کرنے کا باعث بنے تھے۔

پاکستان میں جماعتِ احمدیہ کے مرکزی شہر ربوہ میں بسنے والے احمدیوں کو بھی گزشتہ سالوں کی طرح بدستور ناروا پابندیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ احمدیوں کو اپنا سالانہ جلسہ منعقد کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔احمدیوں کی ذیلی تنظیموں کو جن میں نوجوانوں، بزرگوں، خواتین اور بچوں بچیوں کی تنظیمیں شامل ہیں اپنے اجتماعات اور سپورٹس ریلی تک کرنے کی اجازت نہیں۔ جبکہ دوسری جانب اسی شہر میں شدّت پسند اور بعض کالعدم تنظیموں سے تعلق رکھنے والے ملّاں احمدیوں کے خلاف باجازت کروائی جانے والی کانفرنسز میں آکر تقاریر کرتے اور احمدیوں کے خلاف عوام الناس کو مشتعل کرتے رہے۔

اس سال کا ایک انتہائی افسوسناک واقعہ سانحہ پشاور تھا۔اس واقعہ پر پورا پاکستان خون کے آنسو رو رہا تھا اور کیا عوام اور کیا خواص سب اپنے اندر دہشتگردی اور شدّت پسندی کے خلاف جذبات رکھتے تھے۔لیکن ملّاں اس افسوسناک سانحہ کی اوٹ میں بھی ایک خوفناک کھیل کھیلنے کا خواہشمند نظر آتا تھا۔ 22/دسمبر کو جیو ٹیلی وژن سے ٹیلی کاسٹ ہونے والے ملّاں عامر لیاقت حسین کے پروگرام 'صبحِ پاکستان' میں ملّاں عارف اویسی نے انتہائی غیر ذمہ دارانہ طور پر یہ بیان دیا کہ جماعتِ احمدیہ 'تمام مسلمانوں اور پاکستان کی مشترکہ دشمن ہے'۔اس ملّاں کے مطابق پشاور میں ہونے والے حملہ کے پیچھے احمدیوں، امریکہ اور یہودیوں کا ہاتھ ہے۔عامر لیاقت نے اس بات کی تائید میں سر ہلایا اور وہاں پر موجود لوگوں نے بڑے زور سے تالیاں بجا کر اس بات کی داد دی۔اس کے چند روز بعد شیخوپورہ کے ایک معصوم اور بے ضرر احمدی نوجوان کو شہید کردیا گیا۔

ایک مشہور میگزین GlobalPost میں شائع ہونے والے اپنے ایک مضمون '9 Countries Where Genoside is Most likely to happen' میں مایہ ناز لکھاری Sarah Wolfe نے پاکستان کو بھی شامل کیا ہے۔اس کے مطابق پاکستان میں عیسائیوں، جماعتِ احمدیہ، شیعہ وغیرہ کے خلاف مسلح دہشت گروپ سرگرمِ عمل ہیں جن کا تعلق بریلوی اور دیوبندی مکاتبِ فکر سے ہے۔

(باقی آئندہ)

بقیہ: آپ کیسے احمدی ہیں؟ از صفحہ 2

''......باوجود توجہ دلانے کے، بار بار کی تلقین کے باجماعت نماز کے لئے ایک بڑی تعداد کو ذوق وشوق نہیں ہے۔گویا یہ ایک قومی بیماری بن رہی ہے اس لئے اس کے علاج کی بہت زیادہ شدّت سے ضرورت ہے۔''

آیئے ہم جائزہ لیں کہ ہم کیسے احمدی ہیں؟ کیا ہم شرائط بیعت پر کماحقّہٗ عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ ہم سب احمدیوں کو توفیق بخشے کہ نہ صرف پنجگانہ نمازوں کی باجماعت ادائیگی کا التزام کریں بلکہ جیسا کہ حضور انور نے کئی مرتبہ اپنے خطبات وخطابات میں توجہ دلائی ہے نوافل اور نماز تہجد کی ادائیگی کے ذریعہ عبادت کے معیاروں کو بلند کرنے کی طرف خصوصی توجہ دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے قریب تر ہونے اور اس کے فضلوں سے وافر حصہ پانے کی سعیٔ مقبول کرنے والے ہوں۔(آمین)

بقیہ: سیکولر نقطہ ہائے نظر کا تصور از صفحہ 12

میں خداتعالیٰ کی طرف سے ایک نذیر کی اچانک بعثت ہمیشہ ایک ناپسندیدہ مداخلت تصور کی جاتی ہے۔اسی قسم کا سلوک حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ روا رکھا گیا جو اسرئیل کی بھیڑوں کی طرف مبعوث ہوئے لیکن ان کے رویّہ کی بنا پر انہیں بھیڑوں کی بجائے بھیڑیئے کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ تاہم حضرت عیسیٰؑ کا رویہ ایک مہربان گڈریے کا تھا جو اپنے ریوڑ کی ہر بھیڑ کا خیال رکھتا ہے۔

دیکھنے والی آنکھ بآسانی دیکھ سکتی ہے کہ کس طرح مکرو فریب کے ذریعہ انبیاء کی راہیں مسدود کردی جاتی ہیں۔ انبیاء کو فرضی معبود بنا لینا بعد میں آنے والے نبیوں کے راستہ کی سب سے بڑی رکاوٹ بن جاتا ہے کیونکہ ان کا ظہور بہرحال انسانی شکل میں ہوتا ہے۔انہیں معبود نہ بھی سمجھا جائے تب بھی ان کی مبالغہ آمیز مدح سرائی اور ان کی طرف مافوق الفطرت طاقتوں کا منسوب کیا جانا ہی سچے نبیوں کی تکذیب کے لئے کافی وجہ بن جاتا ہے۔ کیونکہ وہ کبھی اس شان وشوکت کے ساتھ نہیں آتے جس کی لوگ توقع کر رہے ہوتے ہیں۔ لوگوں کا خیالی تصور ان کی شناخت کے راستے مسدود کردیتا ہے۔

انبیاء پر ایمان لائے بغیر خدا پر ایمان کا دعویٰ دراصل الحاد ہی کا دوسرا نام ہے کیونکہ ایمان کا ایسا دعویٰ کرنے والوں کی زندگی میں خدا کہیں دکھائی نہیں دیتا۔گویا خدا نے ان کو ایسے چھوڑ دیا ہے جیسے کوئی پرندہ کبھی واپس نہ آنے کیلئے اپنے آشیانہ کو چھوڑ دیتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اسی قسم کے چیلنجوں کا سامنا تھا۔آپ کے زمانہ میں یہودی معاشرہ بھی ایک ایسے ہی روحانی اور اخلاقی بحران سے گزر رہا تھا۔ یہودی علماء کیا فریسی اور کیا صدوقی سب مصنوعی خدا بنے بیٹھے تھے اور حقیقی خدا کیلئے کوئی جگہ باقی نظر نہیں آرہی تھی۔ پس حضرت عیسیٰؑ کی خدا کے نام پر تنہا اور فقیرانہ آواز کا مخالفوں کے شور و شغب میں ڈوب جانا کوئی اچنبھے کی بات نہ تھی۔

مذہب کے آغاز اور عروج و زوال کی یہی مختصر سی داستان ہے۔لیکن ہر زوال کے بعد توحید کے ازسرنو قیام کے لئے ہمیشہ وحیٔ الٰہی کے ذریعہ ایک نیا آغاز ہوتا ہے۔یہ آغاز زمین سے نہیں ہوا کرتا۔انسانی خیالات تو زمین سے اٹھنے والے دھوئیں کی مانند ہیں جو کبھی بھی حقیقی توحید کے عقیدہ میں نہیں ڈھل سکتے۔توحید حقیقی ہمیشہ آسمان سے ہی آیا کرتی ہے اور گرے ہوئے انسان کو قربِ الٰہی کی رفعتوں سے ہمکنار کردیتی ہے۔

('الہام، عقل، علم اور سچّائی' مصنّفہ حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع۔صفحہ 171 تا 188۔ ایڈیشن 2007ء مطبوعہ یوکے)

کیا خدا کا تصوّر بتدریج پروان چڑھا ہے؟

’’سیکولر نقطہ ہائے نظر کا تجزیہ‘‘

(کتاب ’الہام، عقل، علم اور سچّائی‘ مصنّفہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا ایک باب)

ماہرینِ عمرانیات کے نزدیک مذہب کا ارتقا اور ہستیٔ باری تعالیٰ پر ایمان کا نظریہ بنیادی طور پر معاشرتی نفسیات پر مبنی ہے۔ انسان کے معاشرتی رویہ میں اس عمومی رجحان کے مشاہدہ کے بعد انہوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ انسان ہر اس چیز کا احترام کرتا ہے جس سے وہ خوفزدہ ہو اور ہر اس چیز کے بارہ میں جسے وہ پسند کرتا ہو یا جس کی اسے احتیاج ہو محتاط اور مؤدّب رویہ اختیار کرتا ہے۔ ان ماہرین کی سوچ معاشرتی نظام میں کارفرما ’’کچھ لو کچھ دو‘‘ کے محرکات کے حوالہ سے مذہبی عقائد تک ممتد ہو جاتی ہے اور اس میں خوف اور طمع کے عناصر بھی شامل کر لیتے ہیں۔

ان کا خیال ہے کہ عہدِ قدیم کا انسان جبکہ وہ ابھی حیوان نما انسان سے انسانیت کی طرف صرف ایک قدم ہی آگے بڑھا تھا اس کے سادہ ذہن کو گرد و پیش کے مناظر نے پریشان اور مبہوت کر رکھا تھا اور جب بھی اس نے مختلف پیچیدہ سوالات کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی تو وہ ان اشیاء کی صحیح ماہیت کا احاطہ کرنے میں ناکام رہا۔ انسان کے ابھرتے ہوئے شعور کی جھلملاتی روشنی میں عجائباتِ فطرت نے اس کے ترقی پذیر شعور کو اس قدر متاثر کیا کہ اس نے مظاہرِ قدرت کو کسی مافوق الفطرت ہستی کے ایسے کرشمے تصور کر لیا جو اس کے فہم و ادراک سے بالا ہونے کے باوجود اس کی زندگی پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

نتیجۃً انسان نے انہی مظاہرِ قدرت کو دیوتا قرار دے دیا۔ سیلابوں اور طوفانوں کی تباہ کاریاں دیکھ کر وہ اس خوف سے ان کے آگے سجدہ ریز ہو گیا کہ کہیں وہ اسے بھی تباہ و برباد نہ کر دیں۔ اسی طرح اس نے دن کی روشنی اور سورج کی تخلیقی قوتوں کا مشاہدہ کر کے اپنے تخیلاتی دیوتاؤں کے بارہ میں بھی نفع رساں ہونے کا تصور قائم کر لیا۔ ان مظاہر کو قدرت کے آئینہ میں منعکس ہوتے دیکھ کر انسان نے ان میں سے کسی کے بارہ میں خوفناک ہونے اور کسی کے بارہ میں مشفق ہونے کا تصور قائم کر لیا۔ اس طرح اس نے قدرت کے خوفناک مظاہر مثلاً مدّ و جزر کے ان سمندری طوفانوں اور بادوباراں کو اپنا دشمن سمجھ لیا جو اپنے بعد بجلی کی چمک اور کڑک اور سیلاب کے ریلے چھوڑ جاتے ہیں۔

خطرناک جانور بھی اس دائرہ سے باہر نہ رہ سکے۔ شیر، چیتے، سانپ، بچھو اور دیگر خطرناک جنگلی جانور بھی حصہ رسدی ان تصوراتی خداؤں اور طاغوتی طاقتوں کے زمرہ میں آشامل ہوئے۔ اس کے برعکس فطرت کے جمالی مظاہر مثلاً زندگی بخش بارش لانے والی مرطوب ٹھنڈی ہوائیں اور بادِ شمیم میں اسے مہربان دیویوں کا فیض نظر آیا۔ دورِ اوّل کے انسان نے اپنی دقیانوسی سوچ کی بنا پر ان مظاہرِ فطرت کو دیوتا یا دیوتاؤں کے ایسے کارندے شمار کر لیا جو مختلف مزاج، انداز اور خصوصیات کے مالک تھے۔ اس کے یہ تصوراتی دیوتا اس کی عقیدت کے حقدار تھے ورنہ اسے ڈر تھا کہ وہ ان کے غیظ و غضب کا نشانہ نہ بن جائے یا ان کی عنایات سے محروم نہ ہو جائے۔ فلکیاتی عجائبات مثلاً سورج، چاند اور ستارے اپنے طلسمی جھرمٹوں سمیت رفتہ رفتہ اس کے انتہائی احترام کے مستحق ٹھہرے۔ اس طرح دیوتاؤں کے بارہ میں اس کے تصورات ارتقائی منزلیں طے کرنے لگے اور درجہ بندی شروع ہو گئی۔ ان میں سے کچھ اعلیٰ اور کچھ ادنیٰ قرار پائے۔

آج ہم قدیم انسان کی ضعیف الاعتقادی پر گو لاکھ تنقید کریں لیکن ماہرین عمرانیات کی رائے ہے کہ ابتدائی انسان کی یہ سادہ لوحی اس کے مبہم اور غیر ترقی یافتہ ذہنی صلاحیتوں کا فطری نتیجہ تھی۔ مختصراً، **اکثر ماہرین عمرانیات کا مذہب کی ابتدا اور ارتقا کے بارہ میں یہی خیال ہے۔**

پھر وہ یہ دلیل بھی دیتے ہیں کہ اسی قدیم طرزِ فکر کا ارتقا بالآخر خدائے واحد کے نظریہ پر منتج ہوا اور اس بات پر مصر ہیں کہ خدائے واحد کا تصور دراصل بہت سے خداؤں پر اعتقاد کے نتیجہ میں ہی تدریجاً ظہور پذیر ہوا ہے۔ لیکن توحید کے اس نظریہ نے مشرکانہ خیالات کو بالکل ختم نہیں کیا۔ دونوں تصورات بیک وقت موجود رہے اور ایک دوسرے پر غلبہ پانے کی سخت اور مشکل کشمکش سے دوچار رہے۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ کئی مذاہب منصّۂ شہود پر ابھرے اور مختلف نظریات فروغ پاتے گئے۔ ایک خدا کی عبادت بھی ہوتی رہی اور بہت سے دیوتا بھی پوجے جاتے رہے۔ جہالت کی بنا پر انہیں یہ احساس تک نہ ہوا کہ وہ محض اپنے ہی تصورات کی پوجا کر رہے ہیں۔ نیز یہ کہ لوگوں ہی نے دیوتا گھڑ لئے ہیں، خدا تعالیٰ نے انہیں پیدا نہیں کیا۔ اس طرح ایک سیدھا سادا فرسودہ طرزِ فکر ترقی پا کر جڑ پکڑتا اور پھیلتا چلا گیا اور پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سی ذہنی پراگندگی اور غلط فہمیوں کا باعث بنا جن کا محور بے شمار فوق البشر تصورات تھے جنہیں آقاؤں کا درجہ دے دیا گیا۔

دہریت پر مبنی نقطۂ نظر والوں نے ایک قدم اور آگے بڑھ کر بانیانِ مذاہب پر ارادۃً دروغگوئی اور دھوکہ دہی کا الزام عائد کر دیا۔ ان کا دعویٰ ہے کہ مذہب کے فروغ کے بعد کے دور میں مذہب محض عامۃ الناس کے توہمات کا ملغوبہ نہ رہا بلکہ ایک منظّم اور پیشہ ور صورت اختیار کر گیا اور اس مرحلہ پر پیشہ ور مذہبی طبقہ کی فریب کاری کو مزید تقویت دینے کیلئے الہام کا نظریہ متعارف کرایا گیا۔ مذہبی خانوادہ کے یہ پیشہ ور پادری اور ملّاں خدا سے شرفِ مکالمہ کے مزعومہ تعلق کے باعث خصوصی مرتبہ کے دعویدار بن گئے اور خود کو خدا اور بندے کے مابین رابطے کا ذریعہ قرار دینے لگے۔ اس قسم کے کئی دعویدار مختلف اوقات میں اٹھے جن میں سے ہر ایک نے ان مافوق الفطرت طاقتوں سے تعلق کا دعویٰ کیا جو انسان کی قسمت کا فیصلہ کیا کرتی ہیں۔

ماہرین عمرانیات کے نقطۂ نظر سے دیکھیں تو یونانی دیومالا اور قدیم مذاہب کے عقائد اور رسم و رواج سے یہی مترشح ہوتا ہے۔ دورِ اوّل کے انسان کی اپنے گرد و پیش میں فطرت کے پیچیدہ اسرار کے حل کے لئے حقیقی جستجو کو بالآخر مذہب کے اکابرین نے دیوی دیوتاؤں کے نام پر عمداً دھوکہ اور فریب دہی کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔

اس کے ساتھ ساتھ انسان کے ترقی پذیر شعور نے ایک اور متوازی راستہ بھی اختیار کیا۔ ماہرین عمرانیات کے نزدیک جوں جوں ماحول میں واقع مادی دنیا کے بارہ میں انسانی سوچ ترقی کرتی گئی خدا کی ہستی کے متعلق اس کے تصور میں بھی تبدیلی آتی چلی گئی۔ بتوں اور مجسموں جیسی غیر ذی روح اشیا کو جنہیں پہلے فی ذاتہٖ خدا سمجھا جاتا تھا اب آسمانوں میں بسنے والے دیوتاؤں تک رسائی کا ایک وسیلہ سمجھا جانے لگا۔ اس طرح بتدریج وہ ان دیوتاؤں کے غضب یا رحم کی مختلف حالتوں کے اظہار کا ذریعہ قرار دیئے جانے لگے۔ دیوتاؤں کے تصور میں یوں آہستہ آہستہ تبدیلی آنی شروع ہوئی اور بقول ان کے ان خداؤں کو ایک عام محسوس اور مشہود ہستی کی بجائے ایک نادر و یگانہ و غیر مرئی تخیلاتی وجود سمجھا جانے لگا۔ اس طرزِ فکر نے مزید ترقی کر کے خدائی کے ایک ایسے گنجلک نظام کو جنم دیا جس میں دیوتاؤں کے مختلف مقام متعین کئے گئے اور ہر دیوتا کیلئے کائنات میں ایک الگ دائرہ کار تجویز ہوا۔ دیوی دیوتاؤں کی یہی درجہ بندی تھی اور ان کے باہمی مراتب میں فرق تھا جو بالآخر ایک اعلیٰ و برتر خدا کی تخلیق پر منتج ہوا۔

الغرض ماہرین عمرانیات اس اندازِ فکر کی بنا پر اندازہ لگاتے ہیں کہ انسانی دماغ نے خدا کی تخلیق اس طرح پر کی ہوگی۔ بالفاظ دیگر اگر خدا سازی کا کام ان ماہرین کے سپرد کیا جاتا اور اس کام کیلئے درکار طویل وقت بھی دے دیا جاتا تو غالباً وہ اسی طریق پر خدا تعالیٰ کو تخلیق کرتے۔

ان کے اس کلیہ کی اساس اس مفروضہ پر ہے کہ خدا کا کوئی وجود نہیں۔ مگر چونکہ اس مفروضہ کی بنیاد کسی حقیقی تحقیق پر نہیں ہے بلکہ ان کی سوچ محض ایک دہریہ ذہن کی عکاسی کرتی ہے اس لئے وہ اپنے پہلے سے طے شدہ نتیجہ کے بارہ میں بزعمِ خود عقل و دانش پر مبنی غیر جانبدارانہ تحقیق کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں۔ نہ تو انہیں اپنی سوچ کی خامیاں اور تضادات نظر آتے ہیں اور نہ ہی وہ اس فرضی تاریخ کے واقعات میں کوئی باہمی ربط پیدا کر سکتے ہیں۔

امرِ واقعہ یہ ہے کہ فکرِ انسانی کے ارتقا کی تاریخ کا سرے سے کوئی ریکارڈ ہی نہیں ملتا۔ وہ نہ صرف مبہم ہے بلکہ درحقیقت اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ ہم اسی کو تاریخ کا نام دے سکتے ہیں جو تھوڑا بہت بطور ثبوت کے ہمیں پُرانے آثار سے ملتا ہے اور جن سے اس زمانہ کے طرزِ زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ تاریخ کم و بیش دو لاکھ سال پرانی ہے۔ جہاں تک مذہب کی تاریخ کا تعلق ہے تو اس پر بمشکل چند ہزار سال ہی گزرے ہیں۔ پس مفروضے ہی ہیں جن پر انہیں اپنے نظریات کی بنیاد رکھنا پڑتی ہے۔

زمانۂ قدیم کے لوگوں کی سوچ کے بارہ میں ان کے نظریات محض ایک افسانوی اڑان کی حیثیت رکھتے ہیں جس کا رخ دہریت کی جانب پہلے سے طے شدہ ہے۔ انسانی فطرت جو کہ انسان کے اندازِ فکر کو پرکھنے کا واحد ذریعہ ہے، ان کے اخذ کردہ نتائج کی تصدیق نہیں کرتی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعی ہم اُسی کی عبادت کرتے ہیں جس سے خوف کھاتے ہیں یا حرص ہمیں اشیاء کی عبادت کرنے پر ہمیشہ مجبور کرتی ہے؟

یہ دونوں عوامل کسی ادنیٰ درجہ کے مذہب کی بنیاد بھی فراہم نہیں کر سکتے۔ انسان خوفناک اشیاء سے تو دور بھاگتا ہے البتہ یہ ممکن ہے کہ اذیت کا نشانہ بننے والے بے بس مظلوم جو بھاگنے کی سکت نہیں رکھتے وہ ظالموں سے رحم کی بھیک مانگیں لیکن یہ نہیں کہ ان کی عبادت شروع کر دیں۔ رہائی کے بعد یہی مظلوم سابقہ ظالموں کو بے نقط سناتے ہیں اور گندی گالیاں دیتے ہیں۔ پوجا کا تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ایسی کوئی جاسوسی کہانی آج تک ہماری نظر سے نہیں گزری کہ MI5 کے کسی جاسوس نے KGB کے تشدد کرنے والے کارندے کو خوف کی وجہ سے پوجنا شروع کر دیا ہو۔ **جس خوفِ خدا کا ذکر آسمانی مذاہب کرتے ہیں اس کا درندوں یا دیگر دہشت ناک چیزوں کے خوف سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔** بے شک عذابِ الٰہی کی تہدید جرم سے باز رکھنے کی غرض سے ہے تاکہ لوگ اپنے ساتھ زیادتی کے مرتکب نہ ہوں تاہم قدیم انسانی معاشروں میں محض جنگلی درندوں یا طوفانِ بادوباراں کے خوف کی بنا پر اس قسم کی تہدید کی کوئی مثال نہیں ملتی اور نہ ہی کوئی ایسا واقعہ ملتا ہے کہ جنگلی درندوں یا طوفان برپا کرنے والے عناصر کے خوف یا دھمکی کی بنا پر اس معاشرہ نے جارحیت سے ہاتھ روک لیا ہو۔ پولیس، ٹریفک پولیس اور مجسٹریٹ وغیرہ سے لوگ خوف تو کھاتے ہیں اور شاید نفرت بھی کرتے ہیں لیکن کبھی کوئی ان کی پوجا نہیں کرتا۔ نہایت قدیم دور کا وحشی انسان بھی کسی خونخوار شیر سے خوف کھا کر اپنی جان بچانے کیلئے اس سے دور بھاگے گا نہ یہ کہ اس کے سامنے سجدہ ریز ہو کر رحم کی بھیک مانگے اور نہ ہی اس کی عظمت اور جاہ و حشمت کے گن گائے گا۔ بجلی کا کوندا، بارش کا طوفان اور گرمیوں کے سورج کی جھلسا دینے والی تپش قدیم انسان کو پناہ گاہ تلاش کرنے اور حفاظتی اقدام کرنے پر ہی مائل کر سکتی ہے۔

کیا کوئی ماہر عمرانیات، درحقیقت یہ تسلیم کرتا ہے کہ سخت طوفانِ بادوباراں کے دوران زمانہ قدیم کا انسان حفاظتی اقدام کی بجائے اپنے غار سے باہر آ کر قدرت کے غضبناک اور بپھرے ہوئے عناصر کے سامنے سربسجود ہو جائے گا۔ سورج اور ستاروں کی پوجا کا، خوف اور لالچ کی بنا پر پوجا کرنے کے نظریہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس امر کی قطعاً کوئی شہادت موجود نہیں کہ انسان نے چھوٹے ارضی معبودوں کی عبادت سے رفتہ رفتہ زیادہ طاقتور اور ارفع تصوراتی وجود کی عبادت شروع کر دی ہو۔

ماہرین عمرانیات ارتقا کے بارہ میں گفتگو تو کرتے ہیں لیکن وہ اپنے مفروضہ کو سائنسی طریق پر ثابت نہیں کرتے۔

اس کے برعکس سائنسدان ارتقا کی بات کرتے وقت زندگی کے جملہ ادوار کی منزل بہ منزل ترقی کی نشاندہی کرتے ہیں جس کی بنا پر زندگی کے اربوں سالوں پر محیط ماضی کے سفر کی بخوبی پہچان ہو سکتی ہے۔ **کیا اس بارہ میں کوئی شمّہ بھر ثبوت موجود ہے کہ ہستیٔ باری تعالیٰ کے تصور کی تکمیل کا سفر بھی اس قسم کے ارتقائی مراحل سے گزرا ہو۔ کیا بتوں کی پوجا کرنے والا کوئی ایسا توہم پرست معاشرہ بھی کہیں ہو گزرا ہے جس نے بالآخر اپنی ارتقائی منازل طے کرنے کے بعد توحید اختیار کر لی ہو؟ واقعہ یہ ہے کہ ایک بھی نہیں۔**

بایں ہمہ ماہرینِ عمرانیات پھر بھی مصرّ ہیں کہ انسان کی بنیادی قوتِ ادراک ہی بالآخر خدا کے تصور پر منتج ہوئی۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے وہ بڑی تحدی سے اس امر پر قائم ہیں کہ دیوتاؤں کے وجود گھڑ لینے میں ان دیکھی ہستی کا خوف کارفرما ہے۔ جاہلانہ شعبدہ بازیوں اور جہالت کے پردوں میں پنہاں خطرات نے دل و دماغ پر تسلط جما لیا۔ ان کے نزدیک دورِ قدیم کے انسانوں نے سانپوں، بچھوؤں، تندوؤں، چیتوں اور شیروں کی پوجا شروع کر دی۔ زلزلوں کے زمین کو زیر وزبر کرنے، آسمانی بجلی کے درختوں کی دھجیاں بکھیرنے اور طوفانوں کی شوریدہ سری اور بے رحمی کے نتیجہ میں ہستیٔ باری تعالیٰ کے تصور کا آغاز ہوا جس نے مظاہرِ قدرت کی پرستش کے بعد دل ہلا دینے والی مادی اشیاء کی پوجا کی شکل اختیار کر لی۔ اسی طرح بے جان

اشیاء کی پرستش کے بعد جانوروں کی پوجا یعنی بچھوؤں اور سانپوں کی پوجا سے لے کر بلّیوں اور دیگر جنگلی جانوروں تک کی پوجا ہونے لگی حتیٰ کہ بندر بھی دیوتا تصور کئے جانے لگے۔ قدیم انسان نہ تو آسمانی بجلی کا راز پا سکے اور نہ ہی اسے تخلیق کرنے والی قوتوں کو جان سکے۔ اس کے باوجود وہ ان سے خوفزدہ ضرور تھے۔

انہوں نے سمجھا کہ ہر پر جلال مظہر قدرت بادلوں کی اوٹ میں موجود ہیبت ناک دیوتا کے غیظ و غضب کا اظہار ہے۔ اس طرح ان کے ناپختہ ذہنوں نے اپنی سادہ لوحی سے توہمات پر مبنی قصے گھڑنے شروع کر دیئے اور ان جابر اور مطلق العنان دیوتاؤں کو خوش کرنے اور ان کے غضب سے بچنے کیلئے رسومات اور قواعد و ضوابط وضع کر لئے۔ عبادت گاہیں تعمیر ہوئیں۔ قربانیاں دی گئیں۔ صحیح اور غلط کا شعور پیدا ہونا شروع ہوا۔ طرح طرح کی مذہبی رسوم ایجاد کی گئیں اور بالآخر الہامی کتب مرتّب کر لی گئیں۔ واہ! کیا کہنا۔

ان بے چاروں کے ابتدائی اور قدیم ترین طرز فکر کو کیسا مبالغہ آمیز خراجِ عقیدت پیش کیا جا رہا ہے! یا ان ماہرین عمرانیات کی فراست کو داد دیجئے جنہوں نے ان سادہ ذہن والے قدیم انسانوں کی طرف سے بلند و بالا آسمانی اور ہوائی قلعے تعمیر کر دیئے۔

وہ اتنا بھی نہیں سمجھ سکے کہ فطرت پرست مذاہب اور الہام پر مبنی مذاہب میں زمین آسمان کا فرق ہے اور نہ ہی وہ یہ جان پائے کہ ان دینی پیشواؤں اور پرانے دیو مالائی مسالک کا درس دینے والوں نے کبھی الہام الٰہی پر مبنی کسی نظام کا دعویٰ کیا۔ اسی طرح ان کے درمیانی واسطہ ہونے کے نام نہاد دعویٰ کو بھی کبھی چیلنج نہیں کیا گیا۔ انہیں یہ منصب نسلاً بعد نسلٍ ان کے پیشروؤں کی طرف سے وراثتاً ملتا رہا۔ معاشرہ بھی اسے بلا چون و چرا تسلیم کرتا رہا۔ ان کے دعاوی کی تائید میں کبھی بھی ان سے آسمانی نشانات پیش کرنے کا مطالبہ نہیں کیا گیا۔ لہٰذا وہ اپنی تائید میں طرح طرح کے شعبدے اور ہتھکنڈے ایجاد کرتے رہے۔ یوں ضعیف الاعتقاد لوگ ان لوگوں کے دیوتاؤں کے فرضی قرب سے اور بھی مرعوب ہوتے رہے۔ حالانکہ یہ سب کچھ فریب تھا۔ اس طرح جھوٹے دیوتاؤں کو جھوٹے دعویداروں کی تائید حاصل ہوتی رہی۔

ان پیشہ ور غیب دانوں اور خدا تعالیٰ کے فرستادہ بانیان مذاہب عالم کے مابین فرق کرنے میں جن امور کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے انہیں خلاصۃً یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

1. بت پرست کاہنوں کی حیثیت پہلے سے قائم شدہ عبادت گاہوں میں مسلم ہوتی ہے۔

2. یہ لوگ کوئی ایسا نیا مذہبی نظریہ متعارف نہیں کراتے جو پہلے سے رائج مسلک سے اختلاف رکھتا ہو یا سرے سے ہی اس کا منکر ہو اور نہ ہی وہ معاشرہ کی قدروں اور کردار کو تبدیل کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ وہ نہ صرف پرانے اعتقادات اور رسوم کی تائید کیا کرتے ہیں بلکہ عوام الناس میں مقبول دیو مالائی کہانیوں اور توہمات کی بھی کبھی مخالفت نہیں کرتے۔

3. وہ اکثر و بیشتر مروجہ سیاسی نظام میں مقبول ہوتے ہیں اور حکمرانوں کے مذہبی اعتقادات کی مخالفت کبھی مول نہیں لیتے۔ بے شک کبھی کبھار شاذ کے طور پر مذہبی رہنماؤں نے اپنے ہم عصر حکمرانوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا لیکن ایسا ہمیشہ حاکمِ وقت کی بیجا مداخلت کے نتیجہ میں بھڑکنے والے جذبہ انتقام کی وجہ سے ہوتا ہے اور بعض اوقات ایسی بغاوتوں کے پیچھے سیاسی اقتدار حاصل کرنے کا جذبہ بھی کارفرما ہوتا ہے۔ تاہم یہ استثنائی مثالیں ہیں لیکن عموماً ہوتا یہ ہے کہ بدعنوان اور بت پرست قیادت ایسے مقبولِ عام فرضی قصّوں کو زندہ رکھتی ہے جو دراصل اس کے اقتدار کو ایک گہری بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے انبیاء کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ وہ سب کے سب توحید کے علمبردار تھے۔ عظیم مذاہبِ عالم مثلاً یہودیت، عیسائیت، اسلام اور زرتشت ازم کے بانی انبیاء اسی زمرہ میں شامل ہیں۔ اگر ہم حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جیسے انبیاء کرام کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو ہمیشہ یہ نظر آئے گا کہ ان میں سے کوئی بھی کسی مشہور و معروف اور مقبول مذہبی گروہ کا نمائندہ نہیں تھا۔ انقلاب کی آواز بلند کرنے والے تنہا یہی لوگ تھے۔ اُن کے دعاوی کی بنیاد ہمیشہ الہام الٰہی تھا۔ وہ ایک ایسے نئے طرز فکر کے علمبردار تھے جو ایک بالکل مختلف طرزِ زندگی کا متقاضی تھا۔ انہوں نے جن اقدار کو دنیا میں قائم کیا وہ اس وقت کے رسوم و رواج سے بالکل مختلف تھیں۔ وہ ہمیشہ ایک نئے نظام کے پیش رو بن کر اُبھرے۔ انہوں نے اپنے ہمعصر مذہبی رہنماؤں کو چیلنج کرنے کی جرأت کی۔ وہ ایک ایسے وقت میں ظاہر ہوئے جب بڑے بڑے مذاہب مختلف فرقوں میں بٹ چکے تھے اور جاہل عوام پر اپنا زیادہ سے زیادہ تسلط قائم کرنے کے لئے باہم برسر پیکار تھے۔

ایسے وقت میں جب کسی الٰہی فرستادہ کا ظہور ہوا تو مخالفین نے وقتی طور پر اپنے اختلافات کو بھلا کر نئے خدائی نظام کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی تمام تر قوتوں کو مجتمع کر کے تشدد پر مبنی متحدہ مخالفت کا عظیم محاذ قائم کر لیا۔ اس کے بالمقابل خدا تعالیٰ کے کسی فرستادہ کو کسی قسم کی کوئی عوامی حمایت حاصل نہیں تھی۔ نہ تو عوام الناس کی اکثریت نے اس کی تائید کی اور نہ ہی اسے کسی برسر اقتدار طبقہ کی آشیر باد حاصل ہوئی اور نہ کسی سیاسی قوت نے حمایت کی۔ اسے تنہا اور بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا۔ یہ وہ لوگ تھے جو ایسے بدکردار معاشروں کے مقابلہ کیلئے اٹھے جو ہمیشہ توہمات پر مبنی رجحانات کی وجہ سے فروغ پایا کرتے ہیں۔ نئے نظام کے یہ داعی ہمیشہ توحید کا پرچار کرتے رہے اور ہر قسم اور ہر شکل کی بت پرستی کی بیخ کنی کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ ان کے مخالفین اگر کسی ایک بات پر متحد ہوئے تو وہ محض انبیاء کی مخالفت ہی تھی اگرچہ ہمیشہ کی طرح وہ باہمی طور پر افتراق کا شکار رہے۔ توحید کے علمبردار اگر مفتری تھے تو ان کا ہدف ناممکن الحصول تھا۔ کیونکہ کوئی مفتری ایسے ناممکن الحصول اہداف کیلئے کبھی ایسی استقامت نہیں دکھایا کرتا جو اس کی پہنچ سے باہر ہوں۔ یہ لوگ بلا شبہ ہستیٔ باری تعالیٰ پر غیر متزلزل یقین رکھتے تھے ورنہ وہ تباہ و برباد ہو کر صفحۂ ہستی سے مٹ جاتے۔ اور اگر خدا تعالیٰ کا کوئی وجود نہیں ہے تو معاشرہ ایسے دعویداروں کو بڑی آسانی سے پاگل قرار دے کر رڈ کر دیتا۔ اس کے علاوہ اور کوئی رستہ ہی نہیں تھا۔ اگر یہ لوگ پاگل نہیں تھے تو پھر کس طرح اتنی مستقل مزاجی اور یقین کے ساتھ اپنے عقیدہ پر ڈٹے رہے اور ایک بے مصرف اور حقیقت سے دور مقصد کیلئے اپنا سب کچھ لٹا دیا؟ لیکن انہیں پاگل قرار دے کر بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ پاگل ہمیشہ الٹی سیدھی باتیں کرتا ہے۔ نبیوں کے بالمقابل تو معاشرہ ایسا شدید ردعمل دکھاتا ہے جیسے اس کے پاؤں تلے سے زمین پھٹ گئی ہو۔ ان متشدد مخالفین کے اجتماعی غیظ و غضب کے مقابل پر انبیاء کو کسی امیر یا غریب، طاقتور یا کمزور انسان کی حمایت حاصل نہیں ہوئی۔ ان کے پیغام کی عظمت، ان کے کردار کی شوکت اور انتہائی ناامیدی کے لمحات میں بھی ان کا اپنی فتح پر غیر متزلزل یقین ہمیشہ ان کی صداقت پر گواہ رہا ہے۔

وہ عظیم قربانیاں پیش کرنے والے لوگ تھے نہ کہ ہوا و ہوس کے بندے۔ انہوں نے اپنا سب کچھ اپنے عظیم نصب العین کی راہ میں لٹا دیا۔ وہ صرف خود ہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ مسلسل شامل ہوتے چلے جانے والے بھی کسی رکاوٹ کو خاطر میں لائے بغیر عظیم قربانیوں کی اسی راہ پر گامزن رہے اور کسی کی انگشت نمائی کبھی ایسے لوگوں کے حوصلے پست نہیں کر سکی۔

یہ نظریہ کہ جس کے مطابق خیالی خداؤں کا تصور انسانی جہالت کے باعث ہے، انسانی تاریخ کے بعض ادوار کے حوالہ سے جزوی طور پر درست بھی ہوسکتا ہے جبکہ انسان جاہل اور ذہنی طور پر ناپختہ تھا۔ **ہم اس سے انکار نہیں کرتے کہ ملاؤں کے ہاتھوں جاہل عوام کا استحصال ہوا ہے۔ لیکن یہ ہرگز تسلیم نہیں کرتے کہ اس سے نظریاتی ارتقا کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہوا جو بالآخر خدائے واحد کے عقیدہ پر منتج ہوا۔**

تاریخی حقائق اس بات کی تصدیق نہیں کرتے کہ توحید کا عقیدہ بت پرستی پر مبنی توہمات کے ارتقا کا نتیجہ ہے۔ یہ محض ماہرین عمرانیات کا چھوڑا ہوا شوشہ ہے۔ اس نظریہ کی تائید میں تاریخ سے کوئی ایسی شہادت نہیں ملتی کہ شرک تدریجاً ترقی کر کے بالآخر توحید میں تبدیل ہو گیا ہو اور نہ ہی ایسی کوئی درمیانی کڑیاں ملتی ہیں کہ لوگوں نے دیوتاؤں کی پرستش کرتے کرتے خدائے واحد کی عبادت شروع کر دی۔ اس کے برعکس یہ ہوتا آیا ہے کہ ایک عظیم انسان اچانک اور یکلخت دنیا کے پردہ پر ابھرتا ہے جس کی وجہ سے مسلسل ایسے واقعات رونما ہونا شروع ہو جاتے ہیں جو بڑی بڑی انقلابی تبدیلیوں اور آزمائشوں کا باعث بنتے ہیں اور اس کے پیروکاروں کو عظیم الشان قربانیاں پیش کرنا پڑتی ہیں۔

قرآن کریم اس نظریہ کو ردّ کرتا ہے اور اس کے بالکل برعکس نظریہ کو درست قرار دیتا ہے یعنی **دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب کا آغاز بلا استثناء توحید کے عقیدہ سے ہوا۔** ارتقا کا مذکورہ بالا نظریہ نہ تو تاریخی شواہد سے ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی انسانی ذہن کے تقاضوں کے مطابق ہے۔

انبیاء کا کردار ایسی کھلی کتاب ہے جو مخفی عزائم اور خفیہ منصوبوں کے الزامات کو یکسر رد کرتی ہے۔ دعویٰ نبوت سے پہلے کی زندگی کا کوئی بھی دور اس الزام کو ثابت نہیں کر سکتا کہ انہوں نے نبوت کے جھوٹے دعویٰ کے لئے پہلے سے منصوبہ بندی کر رکھی تھی۔ توحید کے عظیم علمبرداروں مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زندگیوں میں اس امکان کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ظہور کے وقت تک حضرت نوح علیہ السلام کا عقیدۂ توحید بعد کی نسلوں میں زوال پذیر ہو کر متعدد خداؤں کی سفلی حکایات کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید کے قیام کیلئے دوبارہ ایک عظیم جدوجہد کا آغاز کیا جو بالآخر کامیاب ہوئی اور توحید کی مشعل آپؑ کی اولاد اور آپؑ کے پیروکاروں نے کئی نسلوں تک روشن کئے رکھی۔

بالآخر انحطاط کا وہی پرانا عمل اپنے سابقہ تباہ کن نتائج کے ساتھ پھر سے شروع ہو گیا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کے چند سو سال بعد ہی بنی اسرائیل بت پرستی کی بدعادت کی طرف لوٹ گئے۔ یہ سلسلہ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ تک جاری رہا۔ اگرچہ انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت موسیٰؑ کو بطور توحید کے علمبردار کے بہت بلند مقام حاصل ہے تاہم بعد میں آنے والی صدیوں میں بت پرستی ان کے متبعین کے ایمان میں سرایت کرتی رہی اور اسے آلودہ کرتی رہی۔ اس سے ایک بار پھر قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ توحید سے برگشتگی کا لازمی نتیجہ تنزل ہے۔ اگر انسان کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو وہ ہمیشہ پھسل کر بت پرستی کے قعرِ مذلت میں جا گرے گا۔ اور یہ وہ مقام ہے جہاں شرک کے جراثیم پروان چڑھتے ہیں۔

قرآن کریم نے اس سلسلہ میں ایک اور مثال مکّہ میں موجود بیت الحرام کی دی ہے یعنی اللہ کا وہ گھر جسے حضرت ابراہیمؑ نے خالصۃً توحید کے قیام کے لئے تعمیر کیا تھا۔ لیکن بتوں کو خدا کے اس عظیم گھر میں دوبارہ داخل ہونے میں زیادہ دیر نہ لگی۔ نام کے علاوہ اس کی ہر شے تبدیل کر دی گئی۔ بالآخر 360 بت اس پر قابض ہو گئے جن میں سے ہر ایک بت قمری سال کے ایک دن کی نمائندگی کرتا تھا۔ خانۂ خدا کے در و دیوار بتوں سے بھر گئے یہاں تک کہ ان بتوں کے لئے تو اس میں جگہ تھی لیکن جگہ نہیں تھی تو صرف خدا کے لئے۔

کیا ماہرین عمرانیات اسی ارتقائی عمل کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں؟ کیا بقول ان کے اسی طریق پر بت پرستی ترقی کرتے کرتے خدائے واحد کے تصور میں ڈھل گئی؟ کیا واقعی انسان نے ادنیٰ ذہنی حالت سے ترقی کرتے کرتے اعلیٰ ذہنی حالت کو پا کر ہستیٔ باری تعالیٰ کا تصور تخلیق کیا؟ ہرگز نہیں۔ تاریخ مذاہب بیک زبان ماہرین عمرانیات کے اس یک طرفہ نتیجہ کو مسترد کرتی اور واضح طور پر ثابت کرتی ہے کہ عقیدہ توحید کا اصل ماخذ تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے اور یہ اسی کی عطا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہوتا کہ لوگ بت پرستی کرتے کرتے تدریجاً خدائے واحد کے تصور تک پہنچ جائیں۔ **اگر عقیدہ توحید شرک کے ارتقا کا نتیجہ ہوتا تو تاریخِ مذاہب لازماً اس کی تصدیق کرتی۔ لیکن مذاہب عالم کی مسلّمہ تاریخ میں اس کا نشان تک نہیں ملتا۔** ہوتا یہ ہے کہ موحّد تو دھیرے دھیرے تنزل کا شکار ہو کر مشرک معاشروں کی صورت اختیار کر جاتے ہیں لیکن اس کے برعکس صورت کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔

نیک لوگوں کے لئے یہ امر انتہائی مشکل ہے کہ وہ لمبے عرصہ تک کے لئے آنے والی نسلوں میں اپنی نیکی بطور ورثہ منتقل کر جائیں۔ چنانچہ ان میں ایک لمبے عرصہ تک اپنے آباؤ اجداد کی پرہیزگاری قائم رکھنے کا عمل شاذ کا حکم رکھتا ہے۔ پہلی نسل جو روشنی کو براہ راست دیکھ چکی ہو اس کی بھاری اکثریت کبھی بھی جہالت کی طرف نہیں لوٹتی تاہم بعد کی نسلوں میں ایمان بتدریج کمزور پڑتا چلا جاتا ہے۔ ایسا اچانک نہیں ہوتا بلکہ یہ تنزل کا ایک ایسا طویل اور سست رفتار عمل ہے جس کا آغاز انبیاء کے وصال کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے اور بالآخر اتنی محنت سے پایا ہوا عقیدۂ توحید کمزور پڑنے لگتا ہے۔ جب ایمان کمزور پڑتا ہے تو توہم پرستی غالب آنے لگتی ہے۔ ایک واحد اور قادر مطلق

قائم شدہ 1952ء
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
SHARIF JEWELLERS
SINCE 1952
Aqsa Road Rabwah
0092 47 6212515
15 London Rd, Morden SM4 5HT
0044 20 3609 4712

خدا پر ایمان متزلزل ہو جاتا ہے اور توحید کا تصور پاش پاش ہو کر رہ جاتا ہے۔ عبادت گاہیں جھوٹے کاہنوں کی آماجگاہ بن جاتی ہیں۔ بددیانت ملّاں اور مذہبی اجارہ دار عوام الناس کو دھوکہ وفریب دینے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔

جملہ مذاہب بلا استثناء انسانی معاملات میں اخلاقیات کے کردار پر بڑا زور دیتے ہیں۔ ان کا دیگر امور میں تو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن اخلاقیات کی اہمیت کے بارہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ یہ ایک ایسا عالمگیر رجحان ہے جو ہر زمانہ میں ہر جگہ پایا جاتا ہے۔ مذہب پر امراء اور صاحبِ اقتدار لوگوں کی طرفداری کا الزام صرف اور صرف انحطاط پذیر دور کے حوالہ سے تو کسی حد تک درست ہو سکتا ہے لیکن مذہب کی ابتدائی تاریخ کی روشنی میں نبی کی بعثت کے وقت یہ الزام کسی طور بھی ہرگز قابل قبول نہیں۔ نبی جن اقدار کا درس دیتا ہے وہ ہمیشہ حق و انصاف کی حمایت اور بداخلاقی اور کمزور اور بے سہارا لوگوں کے استحصال کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا کرتی ہیں اور ہمیشہ مظلوم کے ہاتھ ظالم کے خلاف اور شکار کے ہاتھ شکاری کے خلاف مضبوط کرتی ہیں۔

کیا دنیا میں کبھی مذہبی اخلاقیات نے مظلوم کی بجائے ظالم کی حمایت کی ہے؟ مذاہب کی تاریخ کا جتنا بھی مطالعہ کر لیں آپ کو اس کی ایک بھی مثال نہیں ملے گی۔ ہر مذہب نے کمزور اور غریب کے حقوق کی حفاظت کے لئے قوانین ترتیب دیئے جن کے حقیقی نفاذ کی ضمانت خدائے علیم وخبیر پر ایمان میں مضمر ہے۔ مومن جو کچھ کرتا ہے یا جو کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ خدا کے علم سے باہر نہیں ہوتا۔ لیکن انسان کے وضعکردہ قوانین کے نفاذ کے بارہ میں ایسی کوئی ضمانت موجود نہیں۔ اس کا وضعکردہ نظام ہمیشہ اس لئے ناکام رہتا ہے کہ مجرم کو اس بات کا اطمینان ہوتا ہے کہ قانون ساز اسے دیکھ نہیں رہا۔ قانون کی حفاظت کیلئے مقرر کی گئی شدید ترین سزاؤں کا خوف بھی مجرم کے ہاتھ نہیں روک سکتا کیونکہ یہ خوف جرائم کی پرورش گاہوں یعنی مخفی نیّتوں پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ مجرم کو اپنا بچاؤ ہمیشہ اس امید میں نظر آتا ہے کہ اس کی نیت کی طرح اس کا جرم بھی قانون کی نظر سے مخفی رہے گا۔ جھوٹ کی آڑ میں تحفّظ تلاش کرنا بھی جرائم کا ایک بڑا محرک ہے۔ انسان کا جرم کی طرف رجحان اور ارتکابِ جرم کی خواہش اس کے بچ نکلنے کی امید اور امکان سے وابستہ ہے۔ چونکہ ایسی قانون سازی جرائم کی تاریک وتار پرورش گاہوں کی تہ تک پہنچنے کی صلاحیت نہیں رکھتی اس لئے وہ معاشرتی برائیوں کے خاتمہ میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ بہت سی برائیوں کا ارتکاب نظروں سے اوجھل رہ کر گرفت سے بچ نکلنے کی مزعومہ آس کے پس پردہ کیا جاتا ہے۔ بایں ہمہ سراغ رسانی کے جدید ترین ذرائع بھی مجرم کو اس کے ان عزائم سے باز نہیں رکھ سکتے جو اس نے اپنے دل کے نہاں خانوں میں پوری سوچ بچار اور منصوبہ بندی کے ساتھ تیار کئے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ہستی پر پختہ ایمان اور احتساب کا خوف ہی دراصل جرائم کی روک تھام کر سکتا ہے۔ انہی مقاصد کے تحت مذہب نے اخلاقی ضابطۂ حیات پیش کیا۔ فی الحقیقت یہ اخلاقی ضابطۂ حیات ہی خود مذہب کی بقا کے لئے ازبس ضروری ہے۔ اخلاقی قدروں کے پامال ہونے کے نتیجہ میں سب سے پہلے مذہب کو ہی نقصان پہنچتا ہے۔ بددیانتی اور بدعملی انسان کے بنائے ہوئے قانون اور آئین کے بلند و بالا ایوانوں کو گھن کی طرح چاٹ جاتی ہے۔ اسی طرح مذہب کے عظیم روحانی درودیوار بھی فسق و فجور کے نتیجہ میں شکست وریخت کی نذر ہو جاتے ہیں اور دیمک کی طرح عظیم مذاہب کی فلک بوس اخلاقی عمارات کو پیوند خاک کر دیتے ہیں۔

ہر سطح پر مذہبی عقائد اور اعمال کے انحطاط کو سمجھنے کی یہی کلید ہے۔ اخلاقیات کا معیار پست ہونے کی بنا پر توحید کا عقیدہ ہی پارہ پارہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ بت پرستی توحید کی جگہ لینے لگتی ہے اور بت خدا کے گھر پر قابض ہو جاتے ہیں جنہیں مندروں میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ انحطاط کے اس پس منظر میں غور سے دیکھنے والے کو ہمیشہ بددیانتی کے جراثیم نظر آئیں گے۔ **قیادت کی کسی بھی سطح پر ہونے والی بددیانتی ایک مہلک زہر ہے۔ لیکن اگر یہ مذہبی قیادت پر قبضہ جما لے تو اس سے بڑھ کر مہلک زہر کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے مذہبی رہنما خدا کے نام پر اس کی مخلوق کے امن کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔** تب انسانی معاملات سے خدا تعالیٰ کا کردار ختم ہو کر رہ جاتا ہے اور اس کے خالی تخت پر مذہبی اکابرین کے جعلی خدا قبضہ جما لیتے ہیں۔

زیادہ دانشمندانہ طریق یہ ہے کہ مذاہب کی سچائی کا محاکمہ ان کے دور اوّل کو سامنے رکھ کر کیا جائے نہ کہ اس وقت جب وہ انسانی دست برد کا شکار ہو چکے ہوں۔ مذاہب کا آغاز جتنا ارفع واعلیٰ ہوتا ہے اتنا ہی عاجزانہ بھی۔ لیکن اس کے اوائل میں جب مذہب اپنی اصل اور بے داغ حالت میں ہوتا ہے تو معاشرہ شدید مخالفت کے ساتھ اسے رد کر دیتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام مذہبی تعلیمات کا بہترین نمونہ ہوتے ہیں لیکن انہی کو لوگ نہ صرف مسترد کر دیتے ہیں بلکہ ان سے استہزاء کرتے اور انہیں ظالمانہ مخالفت کا نشانہ بناتے ہیں۔

یہی حال ابتدائی ایمان لانے والوں کا ہوتا ہے جن کی دیانت، مقصد سے لگن اور حق کے لئے رضا کارانہ قربانیوں کی مثال بعد کے دَور میں ملنی محال ہوا کرتی ہے۔ یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ ان جیسے نیک لوگ اپنی زندگی میں تو معاشرہ کے لئے قابل قبول نہیں ہوتے لیکن اس سرائے فانی سے کوچ کرنے کے بعد بعض دفعہ ان کی تکریم ان کے اصل مرتبہ سے بھی بڑھ کر کی جاتی ہے یہاں تک کہ انہیں خدائی کے مرتبہ تک پہنچا دیا جاتا ہے اور ان کی قبروں کی پوجا شروع ہو جاتی ہے۔ معاشرہ کا یہ عجیب اور متضاد رویّہ ان لوگوں میں بتدریج بڑھتا چلا جاتا ہے جو کوئی قربانی دیئے بغیر اس عقیدہ کو وراثتاً اپنا لیا کرتے ہیں۔ یہ لوگ اعلیٰ مذہبی اقدار کو اندر ہی اندر کھوکھلا کر دیتے ہیں اور انہیں گھن کی طرح چاٹ جاتے ہیں۔

خدا تعالیٰ کی توحید ہمیشہ دو طریق پر کام کرتی ہے۔ اوّل یہ کہ توحید کے علمبردار اللہ تعالیٰ سے ایک اٹوٹ رشتہ میں منسلک ہونے کے ساتھ ساتھ آپس میں بھی اسی طرح جڑے ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ خالق اور مخلوق کے درمیان بھی یکجہتی کا رشتہ پایا جاتا ہے۔

مستند تاریخ کی رُو سے کبھی کسی نبی نے اپنے سے پہلے آنے والے نبیوں پر نہ تو کوئی الزام لگایا اور نہ ہی ان کی تردید کی۔ ’’وحدانیت‘‘ کا یہ رویّہ مستقبل پر بھی محیط ہے۔ جھوٹے نبیوں کے بارہ میں، جو اپنی فتنہ پردازیوں سے شناخت کئے جا سکتے ہیں، بلاشبہ انتباہ بھی کیا جاتا ہے لیکن سچے مرسلین کے ظہور کا ہمیشہ محبت اور احترام سے ذکر کیا جاتا ہے۔ اس کا اطلاق توحید کے علمبرداروں پر یکساں ہوتا ہے۔ وہ توحید کی لڑی میں پروئے جاتے ہیں۔ لیکن بدعنوان مذہبی پیشوا اس خوبی سے عاری ہوتے ہیں۔ وہ توحید کی آڑ میں تفرقہ کا پرچار کرتے ہیں۔ توحید کی محبت خدا کے نبیوں کو باہم اس طرح متحد کر دیتی ہے کہ ایک کی ناراضگی سب کی ناراضگی متصوّر ہوتی ہے۔ توحید ایک طرف تو اللہ اور اس کے رسولوں کے مابین یگانگت کی علامت ہوتی ہے اور دوسری طرف ان برگزیدہ بندوں میں باہمی اتحاد کی۔

اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان توحید ایک آفاقی رشتہ ہے جو خالق کو اس کی مخلوق سے ملاتا ہے۔ یہ تعلق ظاہری بھی ہو سکتا ہے اور باطنی بھی۔ لیکن افسوس کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تعلق منقطع ہونے لگتا ہے اور نتیجۃً ایسی زمین تیار ہو جاتی ہے جس میں بدی کا درخت خوب پھلتا پھولتا ہے۔

تفرقہ کے پہلے آثار اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب بعد کے ادوار کے متکبر مذہبی پیشوا انبیاء کے درجہ کو بڑھا کر توحید کے عظیم الشان مقام پر لا کھڑا کرتے ہیں اور ان کی طرف کچھ ایسی الوہی صفات منسوب کر دیتے ہیں جو انہوں نے خود اپنی طرف کبھی بھی منسوب نہیں کی ہوتیں۔ گزرے ہوئے رسولوں کی محبت میں غلو اس انحطاط پذیر مذہبی معاشرہ کا نیا دین بن جاتا ہے۔ ان کی مدح سرائی میں حد درجہ مبالغہ سے کام لیا جاتا ہے۔ نئے خدا تراشے جاتے اور فانی ہستیوں کو غیر فانی قرار دے دیا جاتا ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ انہیں اور ان کے پیروکاروں کو اس بیہودہ تضاد کی بھاری قیمت چکانا پڑے گی۔ گزشتہ انبیاء کی اندھی محبت ان کے دین کی جان اور پہچان بن جاتی ہے۔ لیکن اس رسول کے جعلی متبعین کا یہ نیا طبقہ یہ سب کچھ اصل پیغام کی روح اور جذبہ کو مکمل طور پر برباد کرنے کے نتیجہ میں حاصل کرتا ہے۔ انبیاء تو ہمیشہ گناہ کے خاتمہ کیلئے آیا کرتے ہیں لیکن ان سے محبت کے جذبات کو بہانہ بنا کر الٹا گناہ کو فروغ دیا جاتا ہے۔ یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ گویا ان کی محبت انہیں ان کے سارے گناہوں سے نجات دلا دے گی۔ ایک فوت شدہ نبی کی اس قسم کی محبت ان کی زندگی کو موت سے بھی بدتر بنا دیتی ہے۔ وہ توحید کے عقیدہ کو پارہ پارہ کرنے کے باوجود خود کو خدا کے حضور اس وقت تک بری الذمہ خیال کرتے ہیں جب تک وہ اس کی خدائی میں مزعومہ شریک کے آگے سر جھکاتے رہیں گے۔ یہ عقیدہ اخلاقی بے راہ روی کے بند کو اس طرح توڑ دیتا ہے کہ پھر اس کا روکنا انسان کے بس کی بات نہیں رہتی۔ یوں معصوم رسولوں کی محبت میں غلو کے نتیجہ میں گناہ ہمیشہ پروان چڑھتا ہے۔

یہی انحطاط پذیر مذہبی لیڈر خدا کی محبت کے نام پر نہایت ڈھٹائی سے خونریزی، دہشتگردی اور بنیادی انسانی حقوق کے استحصال کا درس دیتے ہیں۔ یہ نہ صرف خدا اور مخلوق کے درمیان ایک حدّ فاصل کھڑی کر دیتے ہیں بلکہ خود کو خدائی کے مرتبہ پر فائز کر کے احکام جاری کرنے لگتے ہیں اور زبان سے اس کا اقرار کئے بغیر خود خدا بن بیٹھتے ہیں۔ ان کیلئے خدا کی ذات کی کوئی اہمیت نہیں رہتی بلکہ اصل اہمیت ان کی اپنی ذات کو حاصل ہو جاتی ہے۔ ان کے نزدیک اب معاشرہ کو ان کے غضب سے بہرصورت ڈرتے رہنا چاہئے اور ہمیشہ کے لئے ان کی خوشنودی کا طلبگار رہنا چاہئے۔ یہ سارا عمل جزا سزا کے ایک نئے معیار کو قائم کرنے کا باعث بن جاتا ہے۔ جو ان کے خودساختہ خداؤں سے ٹکر لینے کی جرأت کرتا ہے، اسے واصلِ جہنم کر دیا جاتا ہے اور ان کی ہاں میں ہاں ملانے والے کو ابدی جنت کا وعدہ دیا جاتا ہے۔ خدا ہی ان کی ریشہ دوانیوں سے بچائے۔ انہیں عوام الناس کے اخلاق کی کچھ بھی پرواہ نہیں۔ انہیں تو صرف اپنی اور اپنے اقتدار کی ہوس ہے۔ اسی کی بنا پر تو وہ عوام الناس پر حکومت کرتے ہیں۔ اس طرح مروت، تہذیب اور عدل وانصاف کو ان کے انتہا پسند اور متشدد عقائد کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔ جب بھی توحیدِ الٰہی سے کسی نہ کسی رنگ میں انحراف کیا جائے تو معاشرہ کو ہمیشہ یہی خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔

جب خدا کی تقدیر جاری ہوتی ہے تو جوشِ انتقام میں وہ زخمی سانپ کی طرح پھنکارنے لگتے ہیں۔ سابقہ انبیاء کی یہ نام نہاد پرستش محض ایک چال ہے ورنہ ان کا اصل رویّہ ہمیشہ ہی سے اپنی انا کی پرستش رہا ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ملحد معاشرہ ان جیسے بہت سے جعلی خداؤں سے بھرا پڑا ہے۔ درحقیقت توحید باری تعالیٰ کے بغیر اتحاد ممکن ہی نہیں۔ مُلاّؤں کی باہمی رقابتیں بالآخر اپنا رنگ دکھاتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نظریاتی اختلافات کے نام پر معاشرہ نئے فرقوں اور گروہوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔

عوام الناس پر تسلط حاصل کرنے کے لئے ان کے مابین اقتدار کی جنگ چھڑ جاتی ہے۔ ان کو صرف اپنے دھڑے کی کثرت تعداد مطلوب ہوتی ہے۔ لیکن اپنے پیروکاروں کے اخلاق کی ان کو ذرہ بھر پرواہ نہیں ہوتی۔ یہ رہنما ان کی روزمرہ کی زندگی اور معاشرہ سے متعلق ان کے اخلاقی فرائض کی بجا آوری پر کوئی مثبت اثر نہیں ڈالتے۔ وہ تو صرف عوام کے جذبات کو مشتعل کر کے دوسرے فرقوں کے خلاف نفرت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن کبھی بھی ان کے دلوں کی زمین کو نرم اور ہموار کر کے اس میں محبت اور قربانی کے بیج نہیں بویا کرتے۔ ایسا معاشرہ بت پرستی کے پنپنے کیلئے بڑی موزوں زمین فراہم کرتا ہے۔ ان کا تو فقط ایک ہی مقصد ہے اور وہ یہ کہ جہاں تک مذہبی امور اور عقائد کا تعلق ہے ان کے فیصلوں کے سامنے غیر مشروط طور پر سرتسلیم خم کیا جائے۔ ان کے نزدیک اس امر کی کوئی اہمیت نہیں کہ زندگی اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق بسر کی جائے۔ لوگ ڈاکے ڈالیں، چوری کریں، کسی کو اپاہج بنا دیں، قتل کر دیں، دولت سمیٹیں، جھوٹ، مکروفریب اور دھوکہ سے قلعے تعمیر کر لیں۔ الغرض لوگ جو چاہیں کریں، شرط یہ ہے کہ وہ اپنے مذہبی پیشواؤں کی وفاداریاں تبدیل نہ کریں اور ان کے مدمقابل کے سامنے سر نہ جھکائیں۔ ان کے نزدیک اس کے علاوہ ہر دوسری بات جائز ہے۔ ان کا قبلہ خدا کی بجائے انبیاء اور پھر انبیاء کی بجائے ان کی اپنی ذات اور انا بن جاتا ہے۔ یوں اخلاق سے عاری اور فانی لوگ چھوٹے چھوٹے خداؤں کا روپ دھار لیتے ہیں۔

ان کی پیروی کرنے والے جاہل عوام کی حالت بھی قابلِ رحم ہے۔ ان کے نزدیک خدا ہی مذہبی پیشوا ہے اور مذہبی پیشوا ہی خدا۔ مذہبی معاملات میں وہ اس کو چیلنج کرنے کی ہمت ہی نہیں رکھتے۔ ان کی اطاعت کا مرکز کلیۃً تبدیل ہو کر رہ جاتا ہے یہاں تک کہ ان کے لئے خدا اور مذہبی پیشوا میں فرق کا شعور ہی ختم ہو جاتا ہے۔ ان کیلئے مذہبی پیشوا کی مرضی خدا کی مرضی بن جاتی ہے اور یہ سلسلہ اس وقت تک چلتا رہتا ہے جب تک کہ مذہبی پیشوا ان کے ذاتی مفادات کی راہ میں حائل نہ ہو جائے۔ جب کبھی ایسا ہوتا ہے تو اسی وقت اس کا سارا اختیار ختم ہو جاتا ہے اور وہ ان کیلئے قابل اطاعت نہیں رہتا۔ اس جیسے اخلاقی گراوٹ کے شکار معاشرہ کا ہر فرد اپنے سوا کسی اور خدا کو نہیں جانتا۔ ان مذہبی پیشواؤں کے مصنوعی خداؤں کی تکریم اس وقت تک کی جاتی ہے جب تک کہ ان کا اپنے پیروکاروں کی انا سے تصادم نہیں ہوتا۔ اس طرح توحید سے شرک تک کا سفر مکمل ہو جاتا ہے۔ انا کی پوجا ہی ایک انحطاط پذیر مذہبی معاشرہ کا منطقی انجام ہے۔

اس قسم کے ملے جلے رجحانات کے حامل معاشروں

باقی صفحہ نمبر 9 پر ملاحظہ فرمائیں

بقیہ: ڈنمارک میں وقار عمل از صفحہ 20

نے ڈنمارک کے میڈیا کے تمام ریکارڈ توڑ دیئے۔ یہ خبر کم وقت میں سب سے زیادہ شیئر (Share) کرنے والی خبر بنی۔ اس خبر کے تمام ریکارڈ توڑنے کی وجہ سے نیشنل ٹی وی نے اپنے شام کے ٹاک شو میں جماعت کے نمائندگان کو بلایا۔ اور پہلے احباب جماعت کی وقار عمل کرتے ہوئے ویڈیو دکھائی اور پھر مختلف لوگوں کے اس خبر پر تبصرے پیش کیے گئے۔ لوکل کونسل کے احباب نے شکریہ پر مبنی ایک ویڈیو پیغام بھجوایا۔ اس خبر کو تین ملین سے زائد لوگوں نے دیکھا۔ ڈیڑھ لاکھ سے زائد لوگوں نے اس خبر کو پسند کیا۔ آٹھ ہزار سے زائد لوگوں نے اس خبر پر تبصرے کیے۔ بیس ہزار سے زائد دفعہ لوگوں نے اس خبر کو اپنی فیس بک پر شیئر کیا۔ اس خبر کو نہ صرف ڈنمارک بلکہ دیگر ممالک کی اخبارات اور سوشل میڈیا نے بہت تعریفی کلمات کے ساتھ پیش کیا۔ بیشمار لوگوں نے مشن فون کر کے شکریہ ادا کیا۔

اس مختصر رپورٹ میں یہ تو ممکن نہیں کہ اُن تمام خبروں اور تبصروں کا احاطہ کیا جاسکے تاہم چند اہم اور دلچسپ واقعات بغرض ریکارڈ درج ذیل ہیں۔

❁ **وزیر ٹرانسپورٹ Mr. Magnus Heunicke نے وقار عمل کے کام کو سراہتے ہوئے حسب ذیل پیغام اپنی فیس بک پر دیا۔**

’’ تعاون کرنے پر شکریہ۔ اور اس بات پر بھی میں شکرگزار ہوں کہ آپ نے نئے سال کے آغاز پر اپنے اس عمل سے یہ ظاہر کیا ہے کہ ہم اس معاشرہ میں جس کا ہم ایک حصہ ہیں، مذہب اور علاقہ کی تفریق کیے بغیر ہم ایک دوسرے کی مدد اور ذمہ داری نبھا سکتے ہیں۔ باہمی تعاون، وسیع حوصلہ کے انہی نیک جذبات کے ساتھ ہمیں سال 2015 کا آغاز کرنا چاہیے۔ نیا سال مبارک ہو‘‘

❁ **اخبار Ekstra Baldet** نے اسی روز محترم امیر و مشنری انچارج صاحب کا ایک تفصیلی انٹرویو لیا۔ اور **اُسی وقت درج ذیل رپورٹ، حسب ذیل شہ سرخی کے ساتھ اخبار میں شائع کردی۔**

’’پچاس مسلمانوں نے ٹاؤن کے علاقہ میں صفائی کا کام کیا

کوپن ہیگن کی مسجد کے پچاس احباب یکم جنوری کو علی الصبح نئے سال کی تقریبات کے بعد صفائی کے لیے تیار کھڑے تھے۔ گزشتہ رات کوپن ہیگن کے ہزاروں افراد نے ٹاؤن ہال کے پاس نئے سال کی تقریب منائی۔ اور آتش بازی اور شراب کی بوتلوں کے انبار یہاں چھوڑ گئے۔ مگر یہ کیا ہی اچھی بات ہے کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ازخود صفائی کے لیے یہاں پہنچ گئے۔ مسجد نصرت جہاں کے پچاس سے زائد احباب پونے آٹھ بجے ٹاؤن ہال پہنچے۔ مسجد کے امیر محمد زکریا خان کے بیان کے مطابق 2011ء سے جماعت کے بچوں اور نوجوانوں کی یہ روایت ہے کہ وہ صفائی کے اس کام میں حصہ لے رہے ہیں۔ انہوں نے Ekstra Baldet کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا کہ ہم دو وجوہات سے یہ کام کرتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اسلام کی تعلیم کے رُو سے انسان جس ملک میں رہتا ہو اُسے اس سے محبت کرنی چاہئے اور اُس کا وفادار ہونا چاہئے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ صفائی فطرت کا بنیادی حصہ ہے اس لیے انسان کو اپنا ملک، گلی اور مکان کی صفائی کا اہتمام کرنا چاہیے تا کہ وہ خوبصورت نظر آئے۔ سو اِسی تعلیم کی وجہ سے پچاس سے زائد لوگ ٹاؤن ہال کے علاقہ میں گند کی صفائی کے لئے یہاں پہنچے۔ محمد زکریا خان نے یہ بھی بتایا کہ موسم بہت اچھا تھا۔ ہم اس سے بہت لطف اندوز ہوئے۔ کئی راہ گزرنے والوں نے ہم سے پوچھا کہ ہم یہ کیوں کررہے ہیں۔ لوگوں نے اس پر خوشی کا اظہار کیا اور کئی لوگوں نے ہمارا ہاتھ بٹایا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر حکومت اجازت دے تو وہ کوپن ہیگن کے دیگر علاقوں میں بھی صفائی کرنا چاہتے ہیں۔

❁ **ایک اور نیشنل اخبار B.T** نے مورخہ یکم جنوری کو وقار عمل کی اور **ایک نمایاں فوٹو اور خبر شائع کرتے ہوئے حسب ذیل شہ سرخی کے تحت لکھا:**

’’کوپن ہیگن کے لوگ نئے سال کی صبح ایک عظیم تحفہ لیے بیدار ہوتے ہیں‘‘۔

کوپن ہیگن کا ٹاؤن ہال ہر سال اُن لوگوں کی آماجگاہ ہوتا ہے جو نئے سال کا آغاز آتش بازی اور شراب نوشی سے کرتے ہیں۔ تاہم قبل اس کے کہ آتش بازی کرنے والا آخری شخص اپنے گھر پہنچتا ٹاؤن ہال کا یہ وسیع و عریض علاقہ صاف ہو چکا تھا۔ مسجد نصرت جہاں Hvidovre کے پچاس رضا کار اپنے کام کے لباس میں ملبوس آج صبح یہاں پہنچے اور صفائی کے کام کا آغاز کردیا۔ محمد اکرم کا کہنا ہے کہ گزشتہ چند سالوں سے ہماری یہ روایت ہے کہ یکم جنوری کو ٹاؤن ہال میں صفائی کا کام کرتے ہیں۔ کیونکہ صفائی ہمارے ایمان کا حصہ ہے اس لیے ہم صبح سویرے یہاں پہنچے ہیں۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ ہم جس ملک میں رہتے ہیں اُس سے اپنی وفاداری کا اظہار کریں۔

❁ **کوپن ہیگن کے ایک اخبار "Copenhagen Post" نے مورخہ 2 جنوری کی اشاعت میں وقار عمل کی خبر دیتے ہوئے لکھا کہ:**

نئے سال کے پہلے روز مسجد نصرت جہاں Hvidovre سے تعلق رکھنے والی جماعت کے قریباً پچاس افراد جن کی عمریں دس سے اناسی سال کے درمیان تھیں، نے نئے سال کے آغاز پر صفائی کے کام میں حصہ لیا۔ گزشتہ چار سال سے اس کمیونٹی نے نئے سال کا پہلا دن ان خدمات کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ اکرم محمود نے TV-2 کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا کہ گزشتہ چند سالوں سے یہ ایک اچھی روایت اپنائی گئی ہے کہ صبح سویرے چھ بجے یہ رضا کار مسجد میں جمع ہوجاتے ہیں اور پھر صفائی کے اس کام میں ہاتھ بٹاتے ہیں۔ اس اخبار نے وقار عمل کی دو تصاویر بھی شائع کیں۔ اخبار نے اس امر کا بھی ذکر کیا کہ اس کام کے کرنے کی ذمہ داری مسلمانوں کی اس جماعت نے اُٹھائی ہے جن کا تعلق ’’مسلمان برائے امن‘‘ سے ہے اور ان کا ماٹو ’’محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں‘‘ ہے۔

ڈینش ایمبیسی اسلام آباد۔ پاکستان

ڈینش ایمبیسی۔ اسلام آباد پاکستان نے جماعت احمدیہ کے زیر اہتمام اس وقار عمل کی خبر کو ایمبیسی کی فیس بک پر دیتے ہوئے لکھا کہ ڈینش خبروں میں سب پر سبقت لے جانے والی اس خبر نے تمام ریکارڈ توڑ دیئے ہیں کہ مسلمانوں کی ایک جماعت نے صفائی کے ضمن میں وقار عمل کیا ہے۔ مزید لکھا کہ نئے سال کی صبح مسلمانوں کا ایک گروپ ’’اسلام برائے امن‘‘ سٹی ہال کے قریب وقار عمل کے لیے جمع ہوا اور اس علاقہ میں جہاں ہزاروں لوگوں نے گزشتہ رات آتش بازی سے نئے سال 2015ء کا آغاز کیا تھا۔ اُن کی اس خدمت کا مقصد اپنے اس ملک کے ساتھ وفاداری کے جذبہ کا اُجاگر کرنا تھا۔

❁ **اخبار Metroxpress نے ’’ان نوجوانوں کا شکریہ ادا کرو جو نئے سال کی آپ کی تقریب کے بعد صفائی کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم ڈنمارک سے محبت کرتے ہیں‘‘ کے زیر عنوان وقار عمل کی خبر شائع کی۔**

اسی طرح اخبار Jylland Posten اور دیگر کئی اخبارات نے نمایاں فوٹوز کے ساتھ وقار عمل کی خبریں شائع کیں۔

❁ **نیشنل TV 2 ڈنمارک** کے نیشنل ٹی وی چینل نے اپنے شام کے ایک پروگرام میں جماعت احمدیہ کے تین

احباب جو وقار عمل میں شامل ہوئے تھے کو پروگرام میں مدعو کیا۔ نیز انہوں نے جماعت کے علاوہ دیگر ڈینش احباب کے تأثرات بھی اپنے پروگرام میں شامل کیے۔

ناکسکو شہر میں وقار عمل

کوپن ہیگن کے علاوہ ناکسکو شہر میں بھی نئے سال کا آغاز مسجد بیت الحمد میں نماز تہجد کی باجماعت ادائیگی سے ہوا۔ نماز فجر اور درس القرآن کے بعد شہر میں وقار عمل شروع کیا گیا جس کی لوکل انتظامیہ سے قبل از وقت اجازت حاصل کرلی گئی تھی۔ اس موقع پر لوکل اخبار Extra Posten کی جرنلسٹ مع فوٹوگرافر بھی پہنچ گئیں اور وقار عمل کی فوٹوز کے علاوہ انٹرویو بھی لیا۔

وقار عمل قریباً ایک گھنٹہ تک جاری رہا جس کی خبر تین اخبارات "Folketidende", "Extra Posten" اور "Fritids-Lolland Falster" میں وقار عمل کی نمایاں فوٹوز کے ساتھ شائع ہوئی۔

علاوہ ازیں اسی روز TV 2 East نے اپنی شام کی خبروں میں وقار عمل کی خبر دی۔

بہت سے احباب نے اخبارات کے ہوم پیج اور فیس بک پر اس کام کو سراہا۔ الحمدللہ کہ Lolland F. کے پورے علاقہ کی قریباً اسّی ہزار آبادی تک وقار عمل کے ساتھ اسلام واحمدیت کا پیغام بھی پہنچ گیا۔

وقار عمل پر تبصرے

وقار عمل کی مقبولیت اور اس کی وجہ سے ملک کے دُوردراز علاقوں تک اسلام و احمدیت کے پیغام پہنچنے کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ دس ہزار سے زائد لوگوں نے اس پر تبصرے کیے اور جماعت کی اس خدمت کو سراہا۔ یہ تو ناممکن ہے کہ ان تمام تبصروں کو یہاں درج کیا جائے تاہم بطور نمونہ چند تبصرے درج ذیل ہیں۔

❁ Annemaarie Haunstrup Grebin نے وقار عمل پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

’’یہ کام ڈنمارک میں موجود ایک اقلیت کی طرف سے ایک بہت ہی اچھا عمل ہے۔ اس سے وہ ہمیں یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ مسلمان اور دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ باہم تعاون کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ معاشرہ کا باہم تعاون بڑھے۔ ہمارا یہ فرض بنتا تھا کہ ہم بھی اس جگہ موجود ہوتے اور ان کے ساتھ ہاتھ بٹاتے۔ لیکن ہم میں سے کتنے تھے جو وہاں حاضر ہوئے؟ ہمیں اس بات پر شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ ایسے شریف اور ہمدرد لوگ پائے جاتے ہیں جو رضا کارانہ طور پر دیگر لوگوں کے گند ڈالنے کے بعد صبح صبح اُٹھ کر صفائی کرتے ہیں‘‘

❁ Lene Grassme Petersen نے لکھا:

ان نوجوانوں کا بہت بہت شکریہ جنہوں نے اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ وہ معاشرہ کا درد رکھتے ہیں۔ یہاں اس امر کا بطور خاص ذکر کرنا کہ ان نوجوانوں کا تعلق ایک مسلم جماعت سے ہے اس لیے ضروری ہے کیونکہ انہوں نے ایک ایسی خوشی کے موقع کے بعد صفائی کی جس کو وہ خود نہیں مناتے۔ اسلامی سال ذوالحج اکتوبر کو ختم ہوا تھا۔ اس لیے ان کا یہ عمل ان کی فراخ دلی کا ثبوت ہے۔ اس کی مثال بالکل اسی طرح ہے جس طرح اگر ایک غیر مسلم نوجوان تنظیم مسلمانوں کے سب سے بڑے تہوار عید کے بعد صفائی کرتی۔

❁ Alexander Sanderhoff لکھتے ہیں:

کیا تمام مسلمان آپ لوگوں کی طرح نہیں ہوسکتے؟ آپ اپنے عمل سے ظاہر کرتے ہیں کہ آپ اس معاشرہ کے خیر خواہ ہیں۔ آپ کا یہ عمل قابل تعریف ہے۔ میری آرزو ہے کہ میڈیا کی آنکھیں اس حوالے سے کھلیں کہ آپ لوگ معاشرہ کے لیے کیا کچھ کرتے ہیں۔

❁ Glenn Granderup نے لکھا:

اسلام کا جو تصور یہ جماعت پیش کرتی ہے اس کو نہ تو سنّی، نہ ہی شیعہ مسلمان مانتے ہیں۔ ان کے خلیفہ مذہبی مخالفت کی وجہ سے لندن میں قیام پذیر ہیں۔ معاشرہ میں Integration، اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونا نیز معاشرہ کے کمزور طبقہ کی مدد کرنا ان کا وطیرہ ہے۔

❁ Gigi Jandt نے اسے بے لوث خدمت قرار دیتے ہوئے لکھا:

یہ لگاتار چوتھا سال ہے کہ یہ جماعت یہ کام کررہی ہے مگر اس سے ان کی غرض یہ نہیں کہ میڈیا میں ان کا چرچا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے قبل اکثر لوگ ان کے اس عمل سے بے خبر تھے۔ اگر ہم میں سے کوئی ایسا کام کرتا بھی تو کرنے سے پہلے اخباروں اور ٹی وی چینلز سے رابطہ کرتا اور اگر میڈیا نہ آتا تو اس بات کا بھاری امکان ہے کہ ہم اس کو جاری نہ رکھتے۔

❁ Anita Andersen نے لکھا:

دل خوشی سے بھر جاتا ہے کہ ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو معاشرہ کی بہتری کے خواہاں ہیں۔

قارئین کرام سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری حقیر کاوشوں کو ثمر آور فرمائے اور نیک اور سعید روحوں کو جلد حقیقی اسلام کے جھنڈے تلے جمع کرے۔ آمین

جماعت احمدیہ ٹوگو کے ریجنل زون نوچے میں جلسہ کا انعقاد

(رپورٹ: محمد عارف گل۔ مبلغ سلسلہ ٹوگو، مغربی افریقہ)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ٹوگو کے ریجن نوچے کو اپنا ریجنل جلسہ مورخہ 17 اور 18/جنوری 2015 کو منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ امسال اس جلسے کا عنوان ''جہاد بالقلم'' رکھا گیا تھا۔

جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے کیا گیا پہلے حصے کی صدارت مکرم عرفان احمد ظفر مبلغ و مشنری انچارج نے کی۔ آپ نے اپنی افتتاحی تقریر میں احباب جماعت کو اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ ہر احمدی کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اخلاق کو بہتر بنائیں اور اسلام کے امن کی تعلیم کو عملی جامہ پہنائیں اور اسلام کی اصلی تعلیمات کو ہر فرد تک پہنچائیں، اور موجودہ حالات میں ہر فرد دعا کرے کہ اسلام جو کہ امن، برداشت، انصاف، بردباری، فرمانبرداری، اور بے شمار خوبیوں والا مذہب ہے اپنی اصلی حالت میں واپس آجائے اور آج کل جو نام نہاد لوگ ذاتی مفاد کی خاطر اسلام کا نام بدنام کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

اس کے بعد لوکل مشنری عبدو یعقوبو صاحب نے ''عالمی بحران اور امن کا راستہ'' کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت دنیا میں بدامنی اور بے چینی کی اصل وجہ خدا اور مذہب سے دوری ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنا مضبوط تعلق بنائیں اور اسلامی تعلیمات پر مِن وعن عمل کرنے والے ہوں اور اپنے اچھے عمل سے اسلام کا بول بالا کریں۔

اس کے بعد دوسری تقریر مکرم ظفر اللہ صاحب کی ''سفیر امن عالم'' یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے تعارف کے موضوع پر تھی۔ انہوں نے پیارے آقا کا مکمل تعارف پیش کیا۔

اس جلسہ کے دوسرے سیشن کی صدارت مکرم بولاتیتو اردیس امام مسجد نوچے نے کی۔ تلاوت و قصیدہ کے بعد مکرم صالح میکائیل صاحب لوکل مشنری نے ''جہاد بالقلم'' کے موضوع پر تقریر کی۔ انہوں نے جہاد بالقلم کی قرآن کریم، سنت نبوی، احادیث اور ارشادات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ سلام کی روشنی میں وضاحت کی اور جہاد کے بارے میں جماعت احمدیہ کا قرآن اور سنت کی روشنی میں مؤقف بھی واضح کیا۔

اس سیشن میں دوسری تقریر مکرم بولاتیتو وحید صاحب نے ''صحابہ حضرت مسیح موعودؑ'' کے موضوع پر کی۔ انہوں نے چند صحابہ کے نہایت ایمان افروز واقعات اپنی تقریر میں پیش کئے۔

نماز مغرب و عشاء کی ادائیگی کے بعد مجلس سوال و جواب کا پروگرام ہوا جس میں مختلف موضوعات پر لوگوں نے سوالات کئے جن کے انہیں تسلی بخش جواب دئے گئے۔

دوسرے دن کا آغاز نماز تہجد سے ہوا نماز فجر کے بعد نماز کی اہمیت پر درس دیا گیا۔

جلسہ کے آج کے پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت و نظم سے ہوا، جس کے بعد پہلی تقریر مکرم کریم اکریم صاحب نے ''مالی قربانی'' کے موضوع پر کی۔ جس میں انہوں نے تمام چندوں کا تفصیلی تعارف پیش کیا اور بعض ایمان افروز واقعات بھی سنائے۔

اس کے بعد ریجن کارا کے نمائندے مکرم عبدالرحمٰن صاحب نے بھی احباب جماعت کو موجودہ حالات کے پیش نظر اُن کی ذمہ داریوں کے طرف توجہ دلائی۔

بعد ازاں ریجن کارا کے دوسرے نمائندے مکرم وسیم احمد ظفر صاحب مبلغ سلسلہ نے تقریر کی۔ اپنی تقریر میں انہوں نے امت مسلمہ کی حالت زار پر روشنی ڈالی، اور فرانس والے واقعے کا پس منظر بیان کر کے اس کے نتیجہ میں جو پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی گئی ہے، اس کی بھی مذمت کی۔ آپ نے اسی موضوع پر حضور انور کے گزشتہ خطبہ کا خلاصہ بھی پیش کیا۔

اس کے بعد مکرم عرفان احمد ظفر صاحب صدر و مشنری انچارج ٹوگو نے اختتامی تقریر کی جس میں انہوں نے شاملین جلسہ کو تلقین کی کہ انہوں نے جو کچھ یہاں سنا ہے یا جو معلومات حاصل کیں ہیں، ان پر مکمل عمل پیرا ہوں اور ہم سب کی یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اسلام کی امن کی تعلیمات پر خود بھی عمل کریں اور دوسروں تک بھی اس پُر امن تعلیم کو پھیلائیں اور جماعت کے ساتھ مکمل وفا کا نمونہ دکھائیں۔ عالمی حالات کے تناظر میں انہوں نے احباب جماعت کو درود شریف پڑھنے کی طرف بھی توجہ دلائی۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے اس جلسہ میں 30/جماعتوں کے کُل 475 افراد شامل ہوئے، جن میں 150 نومبائعین تھے۔ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو ہر پہلو سے باعث خیر و برکت بنائے اور اس کے دُوررس اثرات مرتب ہوں۔ آمین

RASHID & RASHID
Solicitors , Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths

Rashid A. Khan
Solicitor (Principal)

- Asylum & Immigration
- New Point Based System
- Settlement Applications (ILR)
- Post Study Work Visa
- Nationality & Travel Documents
- Human Rights Applications
- High Court of Appeals

قانونی مشاورت
برائے اسائلم

- Switching Visas
- Over Stayers
- Legacy Cases
- Work Permits
- Visa Extensions
- Judicial Reviews
- Tribunal Appeals

HEAD OFFICE
190 Merton High Street , Wimbledon,London, SW19 1AX
(1 minute from South Wimbledon Tube Station)
Tel: 02085 401 666, Fax: 02085 430 534
BRANCH OFFICE
21-23 Tooting High Street , Tooting , London SW17 0SN
(1 minute from Tooting Broadway tube station)

24 Hours Emergency No:
07878 33 5000 / 0777 4222 062

Same Day Visa Service
Email: law786@live.com

RASHID & RASHID LAW FIRM (SOLICITORS)

بقیہ: مالی میں آئی کیمپ از صفحہ 20

سامان نہیں تھا اس لئے ایک ڈاکٹر مکرم جیالو عمر صاحب کے ساتھ ایک معاہدہ کیا وہ اپنا ساری سرجری کا سامان ہمارے کلینک میں لے آئے۔ 21/دسمبر کو تقریب کا اہتمام کیا جس میں وزیر اعظم کی خصوصی نمائندہ، وزارت بہبودی کے نمائندہ میئر، مالی کی ڈاکٹرز ایسوسی ایشن کے جنرل سیکرٹری اور متعدد سیاسی و سماجی شخصیات شامل ہوئیں۔ اسی طرح نیشنل ٹی وی، اخبارات اور ریڈیوز کے نمائندگان بھی شامل ہوئے۔ اس

تقریب میں پانچ سو سے زائد احباب نے شرکت کی جس میں ہیومینٹی فرسٹ کا تعارف اور مقاصد بتائے گئے۔ دعا کے ساتھ کیمپ کا آغاز کیا جس کے پہلے مرحلے میں مریضوں کا تفصیلی معائنہ تھا جس میں موتیا کے قابلِ آپریشن مریضوں کی لسٹ اور آنکھوں کی دوسری بیماریوں میں مبتلا مریضوں کی تشخیص اور دوائی دینے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ پہلے فیز میں 547 مریضوں کا چیک اَپ ہوا جن میں ایک سو قابلِ آپریشن مریضوں کی لسٹ تیار کی گئی اور باقیوں کو ان کے حسب حال دوائی دی گئی۔ دوسرے فیز میں 496 مریضوں کا چیک اَپ کیا گیا اور ایک سو پانچ قابلِ آپریشن مریضوں کی لسٹ بنائی گئی اور باقیوں کو دوا دی گئی۔ اس طرح کل 1043 کا معائنہ ہوا اور ادویات دی گئیں اور 205 مریضوں کے

فری آپریشن کئے گئے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب بہت ہی کامیاب ہوئے۔ اس نیک کام سے جہاں ہیومینٹی فرسٹ کا تعارف ہوا وہاں غریب مریضوں کی طرف سے بے شمار دعائیں ملیں۔ کچھ روز پہلے خاکسار ہیومینٹی فرسٹ میڈیکل سنٹر گیا تو ہمارے انچارج ڈاکٹر شیخ حما اللہ کائیتا صاحب نے مجھے ایک بہت خوبصورت کڑھائی والا سوٹ دکھایا اور بتایا کہ کل صبح جب وہ کلینک آئے تو ایک آدمی انتظار کر رہا تھا اس نے مجھے یہ سوٹ دیا اور بتایا کہ میں ایک درزی تھا پانچ سال پہلے میری بینائی کم ہونا شروع ہوئی بہت علاج کروایا لیکن آخر کار نظر بند ہوگئی میرا کام بند ہوگیا اور بہت ہی برے دن آئے لیکن کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ جب میں نے ''ربوہ ایف۔ایم'' پر اعلان سنا تو میں بھی آگیا۔ غریب آدمی تھا اس لئے کوئی امید تو نہیں تھی کہ مجھے کوئی چیک کرے گا۔ لیکن حیرت ہوئی میرا چیک اَپ ہوا اور ڈاکٹر نے میرا آپریشن کیا جس سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری نظر بحال ہوگئی ہے اور میں نے دوبارہ درزی کا کام شروع کر دیا ہے اور اپنی خوشی سے سب سے پہلا سوٹ آپ کے لئے بطور تحفہ سلائی کیا جو لے کر آیا ہوں تا آپ کا شکریہ ادا کرسکوں۔

اسی طرح ایک عمر رسیدہ دوست موسیٰ کانتے نے بتایا کہ وہ تاجر تھا۔ نظر بند ہونے سے کام ٹھپ ہوگیا۔ وہ چلنے پھرنے سے بھی قاصر تھا۔ میرا پوتا انگلی پکڑ کر مسجد لے کر جاتا تھا۔ زندگی اندھیروں میں تھی۔ جب اعلان سنا تو میں بھی آگیا۔ آپریشن کے بعد مجھے سب صاف دکھائی دیتا ہے اور اب مَیں سب کام خود کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جب مریضوں کی آپریشن کے بعد پٹّی کھولی جاتی ہے تو ان کی کیفیت دیکھنے والی ہوتی ہے۔ خاکسار نے کئی مریضوں کو دیکھا کہ جب پٹی کھولی تو حیران ہو کر کہنے لگے اچھا یہ نیلا رنگ ہے، یہ پیلا رنگ ہے ہمیں کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا۔

برکینا فاسو میں ایک بوڑھے مریض نے آپریشن کے بعد اپنے پوتے کو جس کی عمر نو دس سال تھی جو اس کو پکڑ کر آگے پیچھے لے کر جاتا تھا اس کو کہا آج زندگی میں پہلی دفعہ میں نے تمہیں دیکھا ہے کہ تم اتنے خوبصورت ہو۔ ہیومینٹی فرسٹ کی طرف سے ہونے والے فری آپریشنز کے اس طرح کے لاتعداد واقعات ہیں جو ہمیں اپنے ربّ کا شکرگزار بناتے ہیں کہ ہیومینٹی فرسٹ کی کوششوں سے اندھوں کو بینائی نصیب ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مساعی میں برکت عطا فرمائے اور بہت بڑھ کر خدمت انسانیت کی توفیق عطا فرمائے۔

گیمبیا (مغربی افریقہ) میں انٹرنیشنل ٹریڈ فیئر پر جماعت احمدیہ کی طرف سے نمائشِ قرآن کریم کا انعقاد

(رپورٹ: سید سعید الحسن۔ نائب امیر اول و مبلغ انچارج دی گیمبیا)

گیمبیا (مغربی افریقہ) میں ہر سال وزارت صنعت وتجارت کی طرف سے انٹرنیشنل ٹریڈ فیئر کا اہتمام ہوتا ہے۔ اس میں افریقہ اور ایشیا کے مختلف ممالک سے تاجر آکر دستکاری، دیسی دوائیاں اور ٹیکنالوجی وغیرہ کے اسٹالز لگاتے ہیں۔ افریقن ممالک میں سے لیبیا، مالی، نائیجر، غانا وغیرہ سرفہرست ہیں۔ ایشیا سے پاکستان اور ہندوستان بھی شامل ہوتے ہیں۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر سال جماعت احمدیہ گیمبیا کو قرآن کریم کی نمائش لگانے کی توفیق ملتی ہے۔ جماعتی کتب بھی اس نمائش کی زینت ہوتی ہیں۔

امسال اس ٹریڈ فیئر کا انعقاد دو مرتبہ ہوا۔ پہلی مرتبہ یکم مارچ تا 16 مارچ 2014ء بمقام انڈیپنڈنٹ سٹیڈیم بکاؤ اور دوسری مرتبہ 29/نومبر تا 20/دسمبر 2014ء کو بمقام بانجل۔

نمائش کا افتتاح وزیر صنعت وتجارت کی طرف سے ہوتا ہے۔ بعد ازاں تین وزراء و دیگر منتظمین سٹالز کا دورہ کرتے ہیں۔

جماعت احمدیہ کی طرف سے قرآن کریم کی نمائش کا بھی دورہ کیا۔ قرآن کریم کا مقامی زبانوں میں ترجمہ خاص دلچسپی کا باعث تھا۔ اس موقع پر تینوں وزراء کو قرآن کریم، اسلامی اصول کی فلاسفی اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کتاب World Crisis and the Pathway to Peace تحفۃً دی گئی جو انہوں نے بشکریہ قبول کی۔ Visitor Book میں معزز مہمانوں نے اپنے نیک تأثرات کا اظہار بھی کیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی نمائش ٹریڈ فیئر کی ایک مرکزی جگہ پر واقع تھی جہاں سے جماعت کا سائن بورڈ تین طرف سے نظر آرہا تھا۔ نمائش کے اندرونی حصہ میں خلفائے احمدیت کی تصاویر کے علاوہ دنیا بھر میں مختلف

مساجد کی تصاویر لگائی گئیں۔ گیمبیا میں احمدیت کا نفوذ نیز خلفاء کرام کے بابرکت دورہ جات کی تصاویر لگائی گئیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات پر مشتمل بینرز آویزاں کئے گئے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تصویر دیکھ کر متعدد افراد نے اس بات کا اظہار کیا کہ انہوں نے اس نورانی چہرہ کو کئی دفعہ ٹی وی پر دیکھا ہے۔ یاد رہے کہ ایم ٹی اے اور

ہمسایہ ملک سینیگال کے چینل ایک ہی سیٹلائٹ پر آتے ہیں اس لئے ایم ٹی اے بھی ان ملکوں میں دیکھا جاتا ہے۔ نمائش کے دوران بھی MTA دکھایا گیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے نمائش کے اسٹال پر 70 سے زائد زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم رکھے گئے تھے نیز جماعتی کتب بھی نمائش کی زینت رہیں۔ لوگوں نے گیمبیا کی مقامی زبانوں مینڈینکا، فُلا اور وولف میں قرآن کریم کا ترجمہ بڑے شوق سے دیکھا اور خریدا۔ اسی طرح حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی کتاب World Crisis and the Pathway to Peace بھی بہت پسند کی گئی۔ انگریزی اور فرنچ زبان میں کتب نیز Salat - The Muslim Prayer Book اور قاعدہ یسرنا القرآن کثیر تعداد میں فروخت ہوا۔

نمائش کے ساتھ ساتھ فلائرز کی تقسیم کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

نمائش کے دوران انٹرنیٹ پر لائیو stream کے ذریعہ سٹال کو براہ راست دکھایا۔ جس پر مغربی یورپ کی سب سے بڑی مسجد بیت الفتوح اور دنیا بھر میں مختلف مساجد کا تعارف کروایا گیا۔

زائرین میں مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد شامل تھے۔ Love for All Hatred for None کے سلوگن کو بہت سراہا گیا۔ وزیٹر بک میں بعض لوگوں نے لکھا کہ جماعت احمدیہ کا سٹال ٹریڈ فیئر کا خوبصورت ترین سٹال ہے جو محبت کی تعلیم دے رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے تقریباً پانچ ہزار افراد نے نمائش دیکھی۔

گیانا میں اطفال و خدام کے کامیاب اجتماع کا انعقاد

(رپورٹ: مقصود احمد منصور۔ مبلغ سلسلہ)

اطفال الاحمدیہ اور خدام الاحمدیہ کی سرگرمیوں میں اجتماع ایک اہم پروگرام ہوتا ہے۔ اور ہر ملک میں اس کا بھرپور طریقے پر انعقاد ہوتا ہے۔ اسی طرح اطفال اور خدام کو بھی سارا سال اس کا انتظار رہتا ہے۔ کچھ کھیلوں میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں تو کچھ علمی مقابلوں میں، اور بعض دونوں میں ہی یکساں ہوتے ہیں۔ جہاں علمی اور ورزشی مقابلہ جات نوجوانوں کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کو جلا بخشتے ہیں وہاں ان کی اعلیٰ تربیت، اخلاقی قدروں اور قائدانہ صلاحیتوں کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔ اجتماعات کا سب سے اہم مقصد جماعت اور اسلام کے ساتھ مضبوط تعلق پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امسال مجلس اطفال الاحمدیہ اور مجلس خدام الاحمدیہ گیانا کا سالانہ اجتماع مورخہ 3 تا 5 جنوری 2015ء بروز ہفتہ، اتوار، سوموار منعقد ہوا۔

اجتماع کے لئے پچھلے سال سے ہی تیاریاں شروع کردی گئی تھیں۔ جون، جولائی میں اطفال وخدام کا سلیبس تیار کیا گیا۔ اگست کے آغاز میں سالانہ تربیتی کلاس منعقد ہوئی جس میں انہیں علاوہ دیگر مضامین کے اجتماع کے سلیبس کی بھی تیاری کروائی گئی۔ دسمبر میں دوبارہ خدام و اطفال کو یاد دہانی کروائی گئی۔ امسال اجتماع میں چند علمی مقابلہ جات کے علاوہ ورزشی مقابلہ جات، مشاہدہ معائنہ، پیغام رسانی اور فی البدیہہ تقاریر بھی پہلی دفعہ شامل کی گئی۔ ورزشی مقابلوں کے لئے میڈلز تیار کئے گئے۔ اور علمی مقابلہ جات کے لئے جماعتی کتب کے Vouchers بنائے تاکہ ہر کوئی اپنی پسند کی کتاب لے سکے۔ اجتماع پر اطفال و خدام کی کُل تعداد 26 تھی۔ تمام اطفال و خدام ہفتہ کے روز ہی حاضر ہوگئے تھے۔

3 جنوری 2015ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرب وعشاء مشنری انچارج مکرم احسان اللہ مانگٹ صاحب نے افتتاحی خطاب اور دعا کے ساتھ آغاز کروایا۔ سب سے پہلے پیغام رسانی اور مشاہدہ معائنہ کا مقابلہ ہوا۔ مشاہدہ معائنہ میں تمام خدام واطفال کو شامل کیا گیا۔

اگلے روز نماز تہجد کا اہتمام کیا گیا۔ تمام خدّام اطفال اس میں شامل ہوئے۔ نماز تہجد کے بعد درسِ قرآن کریم اور نماز فجر ادا کی گئی۔ فجر کے بعد سب نے ناشتہ کیا۔ اس کے بعد سب اطفال وخدام کو نیشنل پارک لے گئے جہاں ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ کرکٹ اور فٹ بال کے میچوں کے بعد انفرادی مقابلہ جات میں 100 میٹر ریس، 400 میٹر ریس، 800 میٹر ریس، شاٹ پُٹ اور سٹریچ گیم (Stretch Game) کی گئی۔

تمام ورزشی مقابلہ جات سے اطفال و خدام بہت لطف اندوز ہوئے۔ بارش اور کیچڑ کی وجہ سے اکثر کے کپڑے شدید گندے ہو چکے تھے۔ مقابلہ جات کے بعد تمام اطفال وخدام واپس مسجد آکر نہائے اور صاف ستھرے کپڑے پہن کر کھانا کھایا اور نماز ظہر ادا کی۔ اس کے بعد علمی مقابلہ جات شروع ہوئے جن میں تلاوت، حفظِ قرآن کریم، نظم، تقریر، حدیث، دعائیں، قصیدہ اور فی البدیہہ تقاریر شامل تھیں۔ علمی مقابلہ جات شام تک جاری رہے۔

اگلے روز نماز فجر کے بعد خدام کی پہلی شوریٰ منعقد ہوئی۔ بعدہٗ ناشتہ ہوا اور اختتامی تقریب کا آغاز ہوا۔ جس میں تلاوت، نظم کے بعد تقسیم انعامات ہوئے۔

جس کے بعد سب نے عہد دہرایا۔ آخر پر نیشنل صدر جماعت مکرم آفتاب احمد ناصر صاحب نے اختتامی تقریر کی جس میں انہوں نے اجتماع کامیاب ہونے پر مبارکباد دی اور اطفال و خدام کی حوصلہ افزائی کی۔ دعا کے ساتھ یہ تقریب اختتام کو پہنچی۔

اس تقریب میں ایک معزز مہمان مکرم عمر گلاسگو صاحب ریٹائرڈ اسسٹنٹ کمشنر پولیس بھی شامل ہوئے۔ انہوں نے اطفال وخدام سے تقریر میں کہا کہ یہ اجتماعات آپ کے لئے بہت ہی نادر اور نایاب موقعہ ہے جس میں آپ کی صلاحیتیں اُجاگر ہوں گی۔ ہمیں ایسا موقع نہیں ملا، مگر آپ خوش قسمت ہیں جنہیں یہ موقعہ نصیب ہوا ہے۔ چنانچہ آپ کو اس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے۔

اجتماع کے دوران طعام وغیرہ کا انتظام مکرم ٹرینٹن یورپ صاحب اور مکرم ریاض احمد خان صاحب نے احسن طریق پر کیا۔ اطفال اور خدام اجتماع سے بھرپور طریقے پر لطف اندوز ہوئے۔ خدام و اطفال کا باہم میل جول سے آپس میں پیار محبت بھی بڑھا، جماعت اور اسلام سے تعلق بھی مضبوط ہوا۔ اور اجتماع سے سب کے حوصلے بلند ہوئے۔ سب نے اجتماع سے بہت کچھ سیکھا۔ اللہ کرے کہ اطفال الاحمدیہ وخدام الاحمدیہ گی آنا کے لئے یہ اجتماع بہت بابرکت ثابت ہو۔ اگلے سال مزید بہتر کام کرنے کی توفیق ملے۔ اور جماعت دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے۔ آمین ثم آمین

نماز جنازہ حاضر و غائب

مکرم منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری اطلاع دیتے ہیں کہ 22 جنوری 2015ء کو بروز جمعرات نماز ظہر سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن کے باہر تشریف لا کر **مکرم شفیق احمد صاحب (بلیک برن ۔ یوکے) کی نماز جنازہ حاضر** پڑھائی۔

آپ 20 جنوری 2015ء کو ہارٹ اٹیک سے 46 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ ایک سال قبل ہی یوکے آئے تھے۔ جماعتی خدمت کا جذبہ رکھنے والے بہت خلیق، مخلص اور باوفا انسان تھے۔ آپ کو جب بھی جماعتی کام کے لئے بلایا جاتا تو نہایت بشاشت سے حاضر ہوتے۔ پسماندگان میں والدین اور اہلیہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ مکرم رشید احمد صاحب کارکن تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے بیٹے تھے۔

اس کے ساتھ حسب ذیل مرحومین کی **نماز جنازہ غائب** بھی ادا کی گئی:

(1) مکرم سید منصور احمد بشیر صاحب (مربی سلسلہ۔ ربوہ)

30/دسمبر کو 74 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت سید محمد حسین صاحبؓ کے بھتیجے تھے۔ آپ کو پہلی دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے امیر و مشنری انچارج کینیڈا مقرر فرمایا جہاں آپ کو مشن ہاؤس کی بنیاد رکھنے کی توفیق ملی۔ بعد ازاں آپ نے افریقہ کے مختلف ممالک اور پاکستان کے علاوہ وکالت اشاعت ربوہ میں بھی خدمت کی توفیق پائی۔ جو کام بھی آپ کے سپرد ہوتا اسے بخوبی اور احسن طریق سے سرانجام دیتے۔ آپ بڑے عمدہ اخلاق کے مالک تھے۔ بلند حوصلہ، خوش گفتار، اعلیٰ سیرت و کردار کے مالک، سلسلہ کی خاطر جوش و جذبہ رکھنے والے بااصول اور غیرتمند انسان تھے۔ اپنوں اور غیروں کے ہمدرد، نظام جماعت اور خلافت کے شیدائی تھے۔ آپ دھیمے مزاج کے تھے۔ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کی طرف بہت توجہ دیتے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

(2) مکرمہ حبیبہ راحت صاحبہ (اہلیہ مکرم مولانا محمد محبّ اللہ صاحب مرحوم۔ مبلغ سلسلہ بنگال، بنگلہ دیش)

6 جنوری 2015ء کو 85 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ انتہائی دیندار، صوم و صلوٰۃ کی پابند، دعا گو، مہمان نواز، قناعت پسند، صابرہ، باہمت، نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ اپنے شوہر کے ہمراہ مختلف جماعتوں میں مشکل حالات میں صبر و شکر کے ساتھ گزارا کیا اور کبھی دنیاوی آسائش کی خواہش نہیں کی۔ پسماندگان میں دو بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ مکرم مولانا ظل الرحمان صاحب مرحوم مبلغ سلسلہ کی بیٹی تھیں اور مکرم مولانا محمود احمد شاہد صاحب مرحوم سابق امیر و مبلغ انچارج آسٹریلیا کی دوسری والدہ اور مکرم مجیب الرحمان صاحب ایڈووکیٹ راولپنڈی کی بہن تھیں۔ آپ کے داماد مکرم محمد امداد الرحمٰن صدیقی صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ بنگلہ دیش کی حیثیت سے خدمات بجالا رہے ہیں۔

(3) مکرمہ حفیظہ بیگم صاحبہ (اہلیہ مکرم شریف احمد صاحب راجوری۔ کنری سندھ۔ حال ربوہ)

31/مئی 2014ء کو وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ صوم و صلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، قرآن کریم سے والہانہ عشق رکھنے والی اور باقاعدگی سے تلاوت کرنے والی نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ خلافت سے بہت عقیدت اور وفا کا تعلق تھا۔ ایم ٹی اے پر حضور انور کے خطبات سننے کے علاوہ الفضل اور دیگر جماعتی رسائل کا مطالعہ باقاعدگی سے کرتی تھیں۔ اپنے بچوں کی بہت اچھی تربیت کی۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں ایک بیٹی اور تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کے دو بیٹے مربی سلسلہ ہیں جن میں سے مکرم مصباح الدین محمود صاحب استاد جامعہ احمدیہ و مہتمم اطفال مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پا رہے ہیں اور دوسرے بیٹے مکرم برہان الدین محمود صاحب گوئی آزاد کشمیر میں خدمت بجالا رہے ہیں۔

(4) مکرم سلطان احمد صاحب ڈوگر صاحب (ابن مکرم چوہدری اللہ دتہ صاحب آف قصور۔ حال ربوہ)

27 /دسمبر 2014 کو 90 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ بہت غریب پرور، صلہ رحمی کرنے والے، مالی قربانی میں حصہ لینے والے نیک اور مخلص انسان تھے۔ نظام جماعت کے وفادار اور خلافت سے گہری وابستگی اور محبت کا تعلق تھا۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ 4 بیٹیاں اور 2 بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کے چھوٹے بھائی مکرم فضل احمد ڈوگر صاحب جامعہ احمدیہ یوکے میں کارکن کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

(5) مکرمہ سعیدہ شوکت صاحبہ (اہلیہ مکرم خادم حسین صاحب ربوہ)

29/اکتوبر 2014ء کو وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ صوم و صلوٰۃ کی پابند، دیندار، ملنسار، خوش مزاج اور بااخلاق، چندہ جات میں باقاعدہ، نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ خلافت سے گہری وابستگی تھی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات خود بھی باقاعدگی سے سنتیں اور دوسروں کو بھی سننے کی تلقین کیا کرتی تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں اور آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں عمل میں آئی۔ پسماندگان میں شوہر کے علاوہ دو بیٹیاں اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

❖❖❖❖❖

مکرم منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری اطلاع دیتے ہیں کہ مؤرخہ 30 جنوری 2015ء بروز جمعۃ المبارک نماز مغرب سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن کے باہر تشریف لا کر **مکرم فضل کریم لودھی صاحب (کلپم۔ یوکے) کی نماز جنازہ حاضر** پڑھائی۔

آپ 23/جنوری 2015 کو 94 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کو 1950ء کی دہائی میں قبول احمدیت کی سعادت نصیب ہوئی اور قریباً 20 سال احمدیہ گیسٹ ہاؤس کراچی میں کارکن کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پائی۔ گزشتہ 15 سال سے یوکے میں مقیم تھے۔ بہت دعا گو، نیک، مخلص اور باوفا انسان تھے۔ خلافت سے گہری وابستگی تھی۔ مرحوم موصی تھے۔ آپ کے دو بیٹے یوکے میں مقیم ہیں۔

اس کے ساتھ حسب ذیل مرحومین کی **نماز جنازہ غائب** بھی ادا کی گئی:

(1) مکرم فضل احمد گھمن صاحب سابق درویش قادیان (آف چوکنانوالی ضلع گجرات۔ حال ربوہ)

11 جنوری 2015ء کو 88 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت محمد حیات صاحبؓ کے پوتے اور حضرت میاں احمد الدین صاحب رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔ آپ کے علاقہ میں احمدیت کا نفوذ 1905ء میں آپ کے والد اور دادا کی دستی بیعت کے ذریعہ ہوا۔ آپ 1942ء میں حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی تحریک پر فوج میں بھرتی ہوئے اور 1946ء میں فوج سے فارغ ہونے کے بعد جماعتی ہدایات کے مطابق قادیان کے مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے قادیان چلے گئے اور 1951ء تک درویشی کا عرصہ قربانی اور جماعتی خدمت کے جذبہ سے گزارا۔ اور پھر واپس اپنے گاؤں چوکنانوالی ضلع گجرات آگئے۔ 1964ء میں اپنے والد کے ہمراہ چک نمبر 5، احمد آباد میں منتقل ہوگئے جہاں آپ کو مسجد تعمیر کروانے کی توفیق ملی۔ یہاں آپ نے لمبا عرصہ صدر جماعت کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پائی۔ خلافت سے گہری وابستگی تھی اور دوسروں کو بھی نظام خلافت اور جماعت کی اطاعت کی تلقین کیا کرتے تھے۔ عجز و انکسار کے ساتھ زندگی بسر کرنے والے، ہر ایک سے پیار و محبت کا سلوک کرنے والے نیک اور بزرگ انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ پانچ بیٹیاں اور چار بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ نعیم احمد شاہد صاحب مربی سلسلہ نظارت دعوت الی اللہ ربوہ کے والد اور مکرم غلام احمد خادم صاحب (مبلغ سلسلہ لیسٹر۔ یوکے) کے سسر تھے۔

(2) مکرمہ زبیدہ بی بی صاحبہ (اہلیہ مکرم مولانا محمد الوفا صاحب درویش مرحوم۔ سابق مبلغ انچارج کیرالہ۔ انڈیا)

16 جنوری 2015ء کو 79 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کیرالہ کے پہلے مبلغ سلسلہ مکرم مولانا بی۔ عبد اللہ صاحب مرحوم کی بیٹی تھیں۔ اپنے واقف زندگی اور درویش شوہر کی بہترین معاون و مددگار رہیں اور تمام عرصہ نہایت صبر و شکر کے ساتھ گزارا اور دعوت الی اللہ اور تربیتی کاموں میں ان کے شانہ بشانہ شریک ہوتی رہیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں اور آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں عمل میں آئی۔ پسماندگان میں دو بیٹیاں اور تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

(3) مکرمہ امۃ الحمید بشریٰ صاحبہ (سرگودھا)

6 اگست 2013ء کو طویل علالت کے بعد وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ مکرم مرزا بشیر احمد صاحب مرحوم آف لنگروال کی بڑی بیٹی تھیں۔ آپ نمازوں کی پابند، کثرت سے تلاوت قرآن کریم کرنے والی، دعا گو، غریب پرور، ہمدرد، نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ 1974ء کے پُرآشوب دور میں حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔

(4) مکرمہ نصرت فرزانہ صاحبہ (اہلیہ مکرم رفاقت احمد صاحب۔ اسلام آباد۔ پاکستان)

26 نومبر 2014ء کو 62 سال کی عمر میں طویل علالت کے بعد وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ مکرم فضل الرحمٰن صاحب بسمل سابق امیر بھیرہ ضلع سرگودھا کی بیٹی اور مکرم انجینئر محمود مجیب اصغر صاحب کی ہمشیرہ تھیں۔ آپ کے دادا اور پڑدادا دونوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ آپ نے اپنی طویل بیماری کا عرصہ نہایت صبر اور دعاؤں سے گزارا۔ آپ کو اپنے حلقہ چمن زار کالونی (راولپنڈی) میں 3 سال صدر لجنہ نیز سیکریٹری مال کی حیثیت سے خدمت کا موقع ملا۔ مرحومہ کا خلافت سے نہایت وفا، عقیدت اور محبت کا تعلق تھا۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں دو بیٹیاں اور تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

(5) مکرمہ صدیقہ بانو صاحبہ (اہلیہ مکرم عبد الرزاق بھٹی صاحب۔ ربوہ)

31/دسمبر 2014ء کو 56 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ بہت عبادت گزار، باقاعدگی سے تلاوت کرنے والی، ملنسار، ہمدرد، غریب پرور اور صدقہ و خیرات کرنے والی نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں میاں کے علاوہ ایک بیٹی اور چار بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کے بڑے بیٹے مکرم عبد الوحید بھٹی صاحب مربی سلسلہ ہیں اور جامعۃ المبشرین گھانا میں بحیثیت استاد خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

(6) مکرم محمد شریف صاحب (ابن مکرم چنن دین صاحب۔ ہڈرزفیلڈ۔ یوکے)

2 جنوری 2015ء کو 84 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کا تعلق ایک مخلص فیملی سے تھا جس نے 1947ء میں قبولیت احمدیت کی سعادت حاصل کی۔ مرحوم نے 12 سال فضل عمر ہسپتال میں خدمت کی توفیق پائی۔ اس کے علاوہ جرمنی میں قیام اور ناصر باغ کی تعمیر کے دوران انتھک محنت سے وقار عمل اور دوسرے کام کرنے کی توفیق بھی پائی۔ مرحوم نیک اور مخلص انسان تھے

(7) مکرم انیس احمد فاروق صاحب (ابن مکرم چوہدری نور احمد عابد صاحب مرحوم۔ ربوہ)

12/جنوری 2015ء کو 63 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ پنجوقتہ نمازوں کے پابند، بے ضرر، کم گو، باحیا، صابر و شاکر، درویش منش، خوش مزاج اور مخلص انسان تھے۔ نماز بہت توجہ اور انہماک سے ادا کیا کرتے تھے۔ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی تحریرات سے عشق کی حد تک پیار تھا۔ مطالعہ کا بہت شوق تھا اور آپ نے اکثر اعتراضات کے جوابات حوالوں کے ساتھ یاد کئے ہوئے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی اردو مجالس عرفان کئی کئی بار سنتے تھے۔ پسماندگان میں دو بیٹیاں اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں جو جرمنی میں مقیم ہیں۔ مرحوم نیک اور مخلص انسان تھے۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنی رضا کی جنتوں میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر کرنے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

❖❖❖❖❖

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں

احمدیوں پر ہونے والے دردناک مظالم کی الم انگیز داستان

{2015ء میں سامنے آنے والے چند تکلیف دہ واقعات سے انتخاب}

(عبدالرحمان)

(قسط نمبر156)

سال 2014ء ایک طائرانہ نظر میں

پاکستان میں احمدیوں کی مخالفت قیامِ پاکستان سے کچھ عرصہ بعد ہی منظّم طور پر شروع ہوگئی تھی لیکن اس کو باقاعدہ حکومتی پشت پناہی کی سند 1974ء میں ملی جب وزیرِ اعظم پاکستان ذوالفقار علی خان بھٹو کے دور میں احمدیوں کو قانونی اور آئینی ضروریات کے لئے 'ناٹ مسلم' قرار دے دیا گیا۔

مخالفت کی اس لہر نے 1984ء میں ایک شدّت اختیار کی جب وقت کے آمر ضیاء الحق نے احمدیوں کو 'کینسر' قرار دیتے ہوئے ان کو براہِ راست نشانہ بنانے کے لئے ایک صدارتی آرڈیننس نمبر 20 جاری کیا جس کے مطابق احمدی کسی بھی لحاظ سے اپنے آپ کو مسلمان کہلانا تو درکنار اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے پر بھی قانونی طور پر سزا کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ اس تمام عرصہ میں کبھی شاذ و نادر ہی ایسا ہوا ہو گا کہ کسی احمدی کی پرسیکیوشن پر پاکستان کے حکمران طبقہ میں سے کسی نے احمدیوں کے حق میں بیان دیا ہو یا احمدیوں کی دادرسی کرنے کی کوشش بھی کی گئی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی احمدی کو 'گستاخِ رسول' کہا جاتا اور اور پھر بغیر کسی تحقیق کے اسے شہید کر دیا جاتا ہے، اس پر حملہ کیا جاتا ہے، اس کے اثاثوں کو 'مالِ غنیمت' سمجھ کر ہڑپ کر لیا جاتا ہے، یا کسی بھی قسم کی کوئی بھی تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سیاستدانوں، حکمرانوں، عوام الناس یہاں تک کہ قانون کے نزدیک بھی یہ بات نہ صرف قابلِ قبول بن چکی ہے بلکہ عین ایمان کی نشانی شمار کی جانے لگی ہے!

نفرت کا یہ بیج جو لگ بھگ تیس سال قبل بویا گیا تھا آج بھی پھل پھول لا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ وطنِ عزیز میں بسنے والے احمدیوں کو اپنی پناہ میں رکھے اور ہر قسم کے دشمن سے خود حفاظت فرمائے۔

ذیل میں سال 2014ء کے دوران احمدیوں کے ساتھ پیش آنے والے واقعات ایک اچٹتی نگاہ میں پیش کیے جا رہے ہیں۔

سانحہ گوجرانوالہ

اس سال کے دوران ہونے والے واقعات میں اپنی نوعیت کا منفرد اور غالبًا سب سے زیادہ افسوسناک واقعہ گوجرانوالہ میں پیش آیا جہاں پر ملّاں کے جھوٹے پراپیگنڈا کی وجہ سے ایک مشتعل ہجوم نے عرفات کالونی میں موجود کچھ احمدیوں کے گھروں پر حملہ کر کے وہاں سے ساز و سامان لوٹا اور پھر گھروں کو آگ لگا دی۔ اس حملہ کے نتیجہ میں ایک معمّر خاتون اور ان کی دو پوتیاں جن میں سے ایک کی عمر صرف سات ماہ تھی دم گھٹنے کی وجہ سے جامِ شہادت نوش کر گئیں۔ یہ تمام واقعہ پولیس کی نفری کی موجودگی میں ہوا جو وہاں خاموش تماشائی بنی کھڑی رہی۔ پولیس نے اس مشتعل ہجوم کو کنٹرول کرنے کی کوئی کوشش نہ کی۔ اس واقعہ کے بعد احمدیوں کو اپنی حفاظت کے لئے اپنے گھروں کو چھوڑ کر شہر سے دور محفوظ مقامات پر منتقل ہونا پڑا۔ انتظامیہ سے بار بار درخواست کیے جانے کے باوجود اب تک ان احمدیوں کی اپنے گھروں میں واپسی کے لئے انتظامیہ کی طرف سے کوئی بھی اقدامات نہیں کیے گئے۔ باوجودیکہ بعض فتنہ پروروں اور حملہ آوروں کے خلاف مقدمات قائم کیے جا چکے ہیں لیکن ابھی تک کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آسکی جبکہ ایک احمدی نوجوان جسے خانہ کعبہ کی بے حرمتی کے جھوٹے الزام میں گرفتار کیا گیا اسے ابھی تک الزام ثابت نہ ہونے کے باوجود ضمانت پر رہا نہیں کیا گیا۔

شہادت کا مقام حاصل کرنے والے احمدی

امسال کُل ملا کر گیارہ احمدیوں کو اس وجہ سے شہید کر دیا گیا کیونکہ وہ جماعتِ احمدیہ مسلمہ کے ممبر تھے۔ ان شہداء میں سے ایک شہید ایسے بھی ہیں جو باضابطہ طور پر پولیس کی حراست میں تھے کہ ایک شرپسند نے انہیں گولی مار کر شہید کر دیا۔ کینیڈا سے خدمتِ انسانیت کا جذبہ لے کر پاکستان تشریف لانے والے ڈاکٹر مہدی علی قمر کو ان کے ربوہ آنے کے دو دن بعد بیدردی سے شہید کر دیا گیا۔ ان کے قاتلوں کا بھی ابھی تک کوئی سراغ نہیں لگایا جا سکا۔ کراچی میں بھی دہشتگردی کے خلاف ایک بہت بڑا آپریشن جاری ہے لیکن باوجودیکہ احمدیوں کو شہید کر کے علی الاعلان اس کا اعتراف کرنے والے ایک مشہور و معروف گینگ کے کسی رکن کی گرفتاری عمل میں نہیں لائی گئی۔

رحیم یار خان میں ایک احمدی دکاندار پر ایک غیر احمدی نے حملہ کر کے ان کے گلے پر چھری چلا دی۔ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے ان کی جان تو بچ گئی لیکن ان کی شہ رگ پر شدید زخم آئے۔ پولیس نے اس واقعہ کی ایف آئی آر کاٹنے سے انکار کر دیا اور حملہ آور کو ذہنی توازن درست نہ ہونے کا بہانہ بناتے ہوئے چھوڑ دیا گیا۔

اغوا برائے تاوان

امسال ایک پانچ سال پرانا اغوا کا معمہ بھی حل ہوا۔ مبارک احمد باجوہ کو کچھ سال قبل ان کے گاؤں کتھووالی ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ سے تاوان کی رقم وصول کرنے کے لئے اغوا کیا گیا تھا۔ کچھ دن تک اغوا کاروں کے ساتھ گفت و شنید چلتی رہی اور پھر ان کی طرف سے خاموشی ہو گئی۔ امسال گجرات کے علاقے سے کچھ دہشتگردوں کو پکڑا گیا تو ان میں سے ایک دہشتگرد نے پولیس کے سامنے یہ اقبالی بیان دیا کہ مبارک احمد باجوہ کو اس نے اغوا کرنے کے چند روز بعد ذبح کر کے شہید کر دیا تھا اور ان کی نعش کو نالہ بھمبھر کی ریت میں دفن کر دیا تھا۔ اس نے مزید یہ بھی بتایا کہ وہ طالبان کے ساتھ مل کر کارروائیاں کرتا تھا جنہوں نے اسے کہا تھا کہ احمدی چونکہ 'گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم' ہیں (نعوذ باللہ) اس لئے جب انہیں اغوا کرو تو تاوان لینے کے باوجود انہیں قتل کر دیا کرو۔

مساجد کی بے حرمتی

اس سال کے دوران ہمیشہ کی طرح پولیس کا ملّاں کے ساتھ تعاون جاری رہا۔ ملّاں جو احمدی مسلمانوں کو عبادت کرنے کی 'آزادی' دینے پر راضی نظر نہیں آتا پولیس کی مدد سے احمدیوں کی مساجد کی بے حرمتی کرتا رہا۔ رحیم یار خان میں موجود احمدیوں کی ایک مسجد کے مناروں کو پولیس نے از خود فروری کے مہینے میں مسمار کر دیا۔ اس سال کے دوران دو احمدیہ مساجد کو جزوی طور پر گرا دیا گیا اور جبکہ دو اور مساجد کو نقصان پہنچایا گیا اور ایک مسجد کو نذرِ آتش کر دیا گیا۔ ان کارروائیوں سے احمدیوں کو شدید تکلیف پہنچی۔

مقدّمات

اس سال کے دوران بھی احمدیوں کے خلاف آئین کی 'گستاخِ رسول' کی شق اور احمدیوں کے خلاف جاری کی جانے والی ترمیم کے تحت مقدمات درج کرنے، احمدیوں کو گرفتار کرنے، بعد از گرفتاری ان کو ضمانت پر رہا نہ کرنے اور احمدیوں پر مقدمات چلا کر انہیں سزائیں سنانے کا سلسلہ جاری رہا۔ مثلاً ایک ہجوم نے جماعتِ احمدیہ کی مسجد واقع ٹنڈالہ یار سندھ پر حملہ کر دیا۔ بجائے اس کے کہ پولیس حملہ آوروں کو پکڑتی، پولیس نے ملّاں اور شدّت پسندوں کو خوش کرنے کے لئے جماعتِ احمدیہ کے مبلغ کو زیرِ حراست لے کر ان کے خلاف مقدمہ درج کر دیا۔ حملہ آوروں میں سے کسی کے خلاف کوئی بھی کارروائی نہ کی گئی جبکہ ایک معصوم احمدی مبلغ کی ضمانت کی درخواست کو مجسٹریٹ اور پھر سیشن کورٹ نے بھی مسترد کر دیا۔ امسال 29 احمدیوں پر دس مقدمات قائم کئے گئے۔ ایک سیشن کورٹ کے جج نے ایک احمدی کے خلاف قائم شدہ جھوٹے مقدمہ میں سنائی جانے والی سزا کے بعد ان کی ضمانت کی درخواست کو یکسر مسترد کر دیا۔

تدفین میں رکاوٹیں

سال 2014ء کے دوران پاکستان میں متعدد مقامات پر احمدی وفات شدگان کی مشترکہ قبرستانوں میں تدفین مسئلہ بنی رہی۔ پولیس اس معاملہ میں بھی زیادہ تر مُلّاں کا ساتھ دیتی نظر آئی اور ان دونوں کا مقصد احمدیوں کو تکلیف پہنچانے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ ایسا بھی ہوا کہ احمدیوں کو تکلیف پہنچانے کے لئے بعض پولیس کے کارندوں کی جانب سے احمدیوں کی قبروں کے کتبوں کی بے حرمتی کی گئی۔ فیصل آباد میں احمدیوں کی قبروں کے کتبوں سے کلمہ طیّبہ کو مٹا دیا گیا۔ سیالکوٹ میں احمدیوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ ایک احمدی کی قبر کشائی کر کے اس کی نعش کو کسی دوسری جگہ منتقل کریں، اگرچہ اس احمدی کی تدفین اس سے قبل گاؤں کے مقامی ملّاں اور لوگوں کی رضامندی سے کی گئی تھی۔

احمدی اساتذہ

شعبہ تعلیم میں احمدی اساتذہ کو بالخصوص بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ بعض احمدی خواتین اساتذہ کو بھی تکالیف پہنچانے میں کوئی کسر نہ رکھی گئی۔ اس سال کے دوران حکومتی تعلیمی ادارہ جات میں خدمات سرانجام دینے والے احمدی اساتذہ کے ساتھ ناروا سلوک کی متعدد شکایات موصول ہوئیں۔ ان شکایات کا تفصیلی تذکرہ ہماری سال کے دوران شائع ہونے والی رپورٹ میں کیا جا چکا ہے۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جماعتِ احمدیہ کے قومیائے جانے والے تعلیمی ادارے ابھی تک انہیں واپس نہیں کیے گئے جبکہ ان ادارہ جات کو ان کے مالکان کو واپس کرنے کا فیصلہ اٹھارہ سال قبل کیا گیا تھا۔

حقِ رائے دہی

پاکستان میں جو کہ 'جمہوری' نظام چلانے کا دم بھرتا ہے احمدیوں کو ووٹ دینے کے لئے اپنے دین سے انحراف کرنا پڑتا ہے اور بطور 'غیر مسلم' ووٹ داخل کرنا کسی احمدی کو کسی بھی صورت گوارا نہیں۔ اسی لیے جماعتِ احمدیہ کے ممبران عرصہ دراز سے پاکستان میں اپنا حقِ رائے دہی استعمال نہیں کر پاتے۔ امسال بھی پاکستان کی حکومت اور اسٹیبلشمنٹ نے احمدیوں کے حقِ رائے دہی کے استعمال کو یقینی بنانے کے لئے کوئی اقدامات نہ کیے۔ اور نہ ہی مستقبل قریب میں ایسے کوئی اقدامات کیے جانے کی امید نظر آتی ہے۔

حکومتی اداروں میں نوکری ناممکن

جماعتِ احمدیہ سے تعلق رکھنے والے افراد کے لئے بعض حکومتی اداروں میں نوکری حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ امسال اپریل کے مہینے میں ایک احمدی نوجوان کو صرف اس لئے فوج میں نوکری دینے سے انکار کر دیا گیا کیونکہ وہ احمدی ہے۔ اسے کسی نے کہا 'اپنا مذہب سنّی لکھ دو، ہم تمہیں رکھ لیں گے'۔

احمدیوں کے خلاف نفرت کا بازار

احمدیوں کے خلاف جلسوں، جلوسوں، تقاریر اور اخبارات میں نفرت انگیزی کی مہم زور و شور سے جاری رہی۔ ملّاں نے اب یہ طریق اپنا لیا ہے کہ جھوٹ کو اس قدر عام کر دو کہ لوگ اسے سچ سمجھنے لگیں۔ احمدیوں کے خلاف سراسر جھوٹ پر مبنی بیان ایک تقریر میں داغ دیا جاتا ہے۔ اور اگلے ہی روز اردو پریس اسے شائع کر کے لاکھوں ایسے لوگوں تک پہنچا دیتا ہے جنہیں احمدیت کے بارے میں کچھ علم نہیں۔ نتیجۃً وہ لوگ احمدیوں کے خلاف منفی تأثر اپنے ذہن میں قائم کر لیتے ہیں اور احمدیوں جیسے معصوم، سادے اور محبّ وطن احمدیوں سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ اگرچہ پاکستان میں باقاعدہ قوانین موجود ہیں کہ دو گروہوں کے درمیان نفرت پیدا کرنا ایک جرم ہے لیکن حکومت اور انتظامیہ گویا احمدیوں کے بارے میں اس قانون کو کالعدم مانتی دکھائی دیتی ہے۔ دوسری جانب کئی دہائیوں سے قانون احمدیوں کو اپنے خلاف کیے جانے والے پراپیگنڈا کا جواب دینے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ اب ملکِ عزیز میں نفرت کا بیوپار کھل کر ہو رہا ہے اور صورتحال انتہائی سنجیدہ ہو چکی ہے۔

دھمکیاں

احمدیوں کو خطوط، فون کالز، ٹیکسٹ میسجز وغیرہ کے ذریعے جان سے مار دینے کی دھمکی دینا ایک معمول بن چکا ہے۔ ان دھمکیوں کے بعد بعض احمدیوں پر حملے بھی کئے گئے۔ احمدیوں کا سکون بدستور برباد کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ اس تمام صورتحال میں پولیس اور انتظامیہ کسی قسم کا کوئی کردار ادا نہیں کرتے۔ سب سے زیادہ خراب صورتحال لاہور میں ہے جہاں پولیس احمدیوں کو دھمکانے اور انہیں پریشان کرنے کے لئے باقاعدہ علاقہ کی بااثر شخصیات کے ساتھ مل کر ملّاں سے تعاون کرتی دکھائی دی۔ یہ شہر صوبہ پنجاب کا مرکز ہے اور پنجاب کا وزیرِ اعلیٰ پاکستان کے وزیرِ اعظم کا چھوٹا بھائی ہے۔

عدالتِ عالیہ

احمدیوں کو جب ستایا جاتا ہے اور ان کے خلاف مقدمات قائم کیے جاتے ہیں تو وہ عدالت سے رجوع کرتے ہیں۔ وہاں پر بھی انہیں متعصّبانہ فیصلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مجسٹریٹ اور سیشن کورٹ تو سیدھا سیدھا درخواست برائے ضمانت وغیرہ خارج کر دیتے ہیں جبکہ ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ سے کبھی کبھی احمدیوں کو انصاف مل جاتا ہے۔

باقی صفحہ نمبر 9 پر ملاحظہ فرمائیں

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

حضرت خلیفۃالمسیح الثالث رحمہ اللہ

ماہنامہ ’’تحریک جدید‘‘ ربوہ جون 2010ء میں حضرت خلیفۃالمسیح الثالثؒ کی یاد میں مختلف احباب کی متفرق یادوں سے ایک مختصر مضمون شامل اشاعت ہے۔

✽ محترم چودھری ظہور احمد باجوہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ غالباً 1953ء کا ذکر ہے جب مَیں مسجد فضل لندن کا امام تھا۔ مجھے (پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ) حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کی طرف سے ایک خط ملا جس میں بعض اشیاء بھجوانے کے لئے کہا گیا تھا جن کی قیمت میرے ایک سال کے الاؤنس سے بھی زیادہ تھی۔ مَیں نے جواباً لکھا کہ اگر مَیں ایک سال محض ہوا پر گزارہ کروں تو بھی تعمیلِ ارشاد نہیں کرسکتا۔ میرے ایک ساتھی نے ایسا خط لکھنے سے منع کیا۔ تاہم مَیں نے خط لکھ کر بیم و رجا کے ملے جُلے جذبات کے ساتھ ردّعمل کا انتظار کیا۔ جواب حوصلہ افزا تھا۔ لکھا تھا کہ دفتری کلرک کی غلطی نے یہ تأثر پیدا کیا ہے کہ شاید مَیں نے بِل ادا کرنا ہے حالانکہ ایسا نہیں، بلکہ ایک فرم کو کالج کی طرف سے ان اشیاء کی فراہمی کا لکھا گیا تھا، کلرک کو کہا گیا تھا کہ آپ کو لکھ دے کہ فرم سے کہہ کر جلدی سامان بھجوادیں، ادائیگی پہلے بھی بنک کے ذریعہ ہوتی ہے اب بھی ہوگی۔ پھر لکھا تھا: آپ کی صاف گوئی سے خوشی ہوئی، مَیں بھی واقف زندگی ہوں، اپنے پر قیاس کرسکتا ہوں۔

◈ 1966ء میں بطور پرائیویٹ سیکرٹری میری تقرّری ہوگئی۔ احساس ذمہ داری سے دھڑکتے دل کے ساتھ دفتر میں حاضری دی مگر حضورؒ کے تلطّف سے یہ کیفیت دُور ہوگئی۔ دفتری اوقات دوپہر تک ہوتے تھے۔ جب گھر پہنچا تو فون کی گھنٹی ہوئی۔ دوسری طرف حضورؒ تھے۔ فرمایا: جلدی چلے گئے؟ مَیں واپس دفتر آ گیا۔ کھانا میری میز پر پڑا تھا۔ دوسرے دن بھی دفتر سے اُٹھ کر چلا گیا۔ پیچھے پیچھے ایک آدمی کھانا لے کر گھر آ گیا۔ تیسرے دن دفتر بند ہونے سے قبل پیغام آیا کہ دفتر بند ہونے پر نہ اُٹھوں۔ پھر کھانا آ گیا اور یہ نوازش 1973ء کے آخر تک (کہ مَیں اس دفتر میں رہا) جاری رہی۔ کھانا وافر ہوتا تھا۔ اکثر تین چار احباب ساتھ شامل ہوتے تھے۔ کئی دفعہ حضورؒ نے دریافت فرمالیا کہ کون کون پاس بیٹھا ہے اور پھر مزید کھانا بھجوادیا۔

✽ محترم کرنل داؤد احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضورؒ بچپن سے ہی باوقار تھے۔ طبیعت میں نفاست تھی۔ امارت اور غربت کا اثر لینے والے نہ تھے۔ بڑے چھوٹے کے حقوق ادا کرنے والے اور ہر ایک کا مرتبہ پہچاننے والے تھے۔ گورنمنٹ کالج میں رؤسائے پنجاب کے لڑکے بڑے طنطنے سے آتے مگر اُن کی امارت آپ کو مرعوب نہ کرسکی۔ آپ کے ایک استاد مولوی کریم بخش صاحب اپنی تنگ نظری کے باوجود ہمیشہ تعریف کرتے ہوئے کہا کرتے کہ ناصر بڑا شریف انسان ہے۔

◈ تقسیم ملک کے بعد جس دن مَیں قادیان پہنچا تو سخت خطرہ کا دن تھا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوچکے تھے۔ حضرت امّاں جانؓ کے صحن میں لکڑی کے چوکوں پر آپؒ بیٹھے تھے۔ مَیں نے کہا: بھائی ناصر! قرآن سنائیں۔ آپؒ نے سورۃ احزاب پڑھنی شروع کی۔ مجھے احساس ہوا گویا یہ سورۃ پہلی بار اُتر رہی ہے۔ ایک عجیب ملکوتی کیفیت تھی۔

◈ حضورؒ اپنی ایک بیٹی کی شادی کی تیاری کے لئے لاہور تشریف لے گئے۔ اخراجات بہت کم تھے۔ یہ حضورؒ پر نہایت تنگی کا زمانہ تھا۔ کچھ زیور لینا تھا، کچھ کا اُلٹ پلٹ کرنا تھا۔ آپؒ ایک غیراحمدی بڑے جیولر کی دکان پر گئے جو دلّی کا نہایت ناک چڑھا تھا اور بڑوں بڑوں کے لئے کبھی اُٹھ کر کھڑا نہیں ہوا کرتا تھا۔ جونہی آپؒ سادی اچکن (جس کے کالر کے بھی دھاگے نکلے ہوئے تھے) پہنے دکان میں داخل ہوئے، جیولر نے کھڑے ہوکر دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا اور کہا کہ حضور حکم کریں۔ اور بعد میں کسی کو کہا کہ یہ تو اللہ والوں کا چہرہ تھا۔

◈ حضورؒ کو اچھے پھل کا شوق تھا اور لاہور میں قیام کے دوران ایک غیراحمدی پھل والے کی دکان پر خود جاکر پھل خریدا کرتے تھے۔ جب آپؒ خلیفہ ہوگئے تو اُس کی دکان پر نہیں گئے لیکن وہ کسی احمدی کے ہاتھ حضورؒ کو پھل بھیجتا مگر قیمت کا مطالبہ کبھی نہ کرتا۔ حضورؒ جب بھی لاہور تشریف لے جاتے تو کبھی چھ سو اور کبھی سات سو روپے کی رقم اُسے بھجوادیتے جو اُس کے پھل کی قیمت سے کہیں زیادہ ہوتی۔

✽ محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت کے تحت حضرت بھائی جانؒ نے لندن سے واپس آنے کے بعد عربی بولنے کی مشق کرنے کے لئے مصر میں بھی چند ماہ قیام فرمایا۔ قادیان واپس پہنچنے کے بعد مَیں اُن کے دو ایسے واقعات کا عینی شاہد ہوں جن سے حضورؒ کے خصوصی اوصاف (محنت، ہمّت، شجاعت، دلیری، سادگی، پلاننگ اور حکمت عملی) پوری شان سے جلوہ گر ہوئے۔ پہلا واقعہ حضرت چودھری فتح محمد سیال صاحبؓ کا اسمبلی کے الیکشن میں کھڑا ہونا تھا جب اُن کا مقابلہ بٹالہ کے ایک بااثر گدّی نشین سے تھا۔ اور دوسرا واقعہ تقسیم ملک کے بعد ایک ایک وقت میں ستّر ستّر ہزار لوگوں کے لئے قادیان میں کھانے کا انتظام کرنا اور پھر انہیں پاکستان بحفاظت پہنچانے کا کام تھا۔

✽ محترم چودھری محمد علی صاحب رقمطراز ہیں کہ حضورؒ کو بحیثیت پرنسپل کالج، اگر کسی طالب علم کو سخت سزا دینی ہی پڑتی تو شدّت غم سے کتنا کتنا عرصہ گھر سے باہر تشریف نہ لاتے۔ اور جس خوش قسمت سے بظاہر یہ ناخوشگوار تعلق قائم ہوجاتا اُس کا نصیبہ جاگ اٹھتا۔ سزا کے بعد عنایات کی بارش شروع ہوجاتی۔ لاہور میں ایک نہایت مخلص، ذہین اور محنتی طالب علم تھے۔ کلاس میں امتیازی پوزیشن لیتے۔ کشتی رانی اور کبڈی کے اعلیٰ درجہ کے کھلاڑی تھے۔ اُس سے بیٹوں کی طرح پیار تھا۔ ایک مرتبہ ایسی صورت پیدا ہوگئی کہ سزا کا دیا جانا ناگزیر ہوگیا۔ عاجز نے حضورؒ کو بہت ہی کم موقعوں پر سب کے سامنے روتے ہوئے دیکھا ہے۔ لیکن اُس دن جب حضورؒ اُس عزیز کے اخراج از کالج کے فارم پر دستخط فرمارہے تھے تو حضورؒ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ پھر کبھی کبھی اُس کی خیریت پوچھتے۔ پھر پتہ چلا کہ وہ ایک معزز عہدہ پر فائز ہوگئے ہیں تو بہت خوش ہوئے۔ پھر اُن کا بیٹا ہمارے کالج میں داخل ہوا تو عاجز کو ارشاد فرمایا کہ یہ فلاں کا لڑکا ہے، اس کو کوئی تکلیف نہ ہو۔

……✽……✽……✽……

ماہنامہ ’’تحریک جدید‘‘ ربوہ جون 2010ء کے انگریزی حصہ میں حضرت خلیفۃالمسیح الثالثؒ کی قبولیتِ دعا کے حوالہ سے چند واقعات شامل اشاعت ہیں۔ حضورؒ نے خود بھی متعدد مواقع پر خداتعالیٰ کے حضور اپنی عاجزانہ دعاؤں کی قبولیت سے متعلق اظہار فرمایا ہے۔ اس تفصیلی مضمون میں شامل بہت سے واقعات قبل ازیں ’الفضل ڈائجسٹ‘ کی زینت بنائے جاچکے ہیں اس لئے ذیل میں محض وہی واقعات ہدیۂ قارئین ہیں جو غالباً پہلی بار اس کالم میں شائع کئے جارہے ہیں:

✽ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ ایک خطاب میں یہ واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے ایک خط ملا کہ ہم دو افراد کو ایک جھوٹے مقدمہ میں موت کی سزا ہوگئی ہے۔ اس سزا کو ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ نے بھی برقرار رکھا ہے۔ اصل مجرم کی گرفت نہیں کی گئی۔ اب ہم رحم کی اپیل کرنے جارہے ہیں۔ پہلے مَیں نے یہ جواب لکھوانا چاہا کہ اپنے ربّ کی رضا پر راضی رہو لیکن پھر کسی غیبی طاقت نے مجھے یہ جواب لکھوانے سے روک دیا کہ اس سے یہ تأثر نہ ملے کہ انتہائی مشکل حالات میں شاید ہمارا خدا قادر نہیں ہے۔ چنانچہ مَیں نے یہ لکھوایا کہ ہمارا خدا قادر مطلق اور رحیم ہے اور مَیں اُس سے دعا کروں گا کیونکہ اس کے لئے کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔

چنانچہ مَیں نے دعا کرنا شروع کی اور چند روز بعد ہی خط آیا عدالت نے ہی اُن کو بری کردیا ہے۔

✽ مکرم میاں محمد اسلم صاحب آف پتوکی لکھتے ہیں کہ مَیں نے 1963ء میں احمدیت قبول کی۔ 1965ء میں شادی ہوئی لیکن بارہ سال تک اولاد سے محروم رہا۔ کوئی علاج کارگر ثابت نہ ہوا۔ میرے سارے رشتہ دار غیراحمدی تھے اور کہتے تھے کہ یہ قادیانی ہونے کی وجہ سے بے اولاد مرے گا۔ میری بیوی بھی نااُمید ہوکر مجھ سے دوسری شادی کرنے کے لئے کہنے لگی۔ اِن حالات کی اطلاع بغرض دعا جب مَیں نے حضرت خلیفۃالمسیح الثالثؒ کو دی تو حضورؒ نے جواباً فرمایا کہ ’اللہ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا اور نرینہ اولاد سے نوازے گا‘۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے چار بیٹے عطا فرمائے۔ اگرچہ لیڈی ڈاکٹر کا یہی خیال تھا کہ میری بیوی کبھی بھی ماں نہیں بن سکتی۔

✽ محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کو کئی انعامات مل چکے تھے لیکن نوبل پرائز نہیں مل سکا تھا جس کے لئے انہوں نے 1978ء میں حضورؒ سے دعا کی درخواست کی۔ دعا کے نتیجہ میں خداتعالیٰ نے حضورؒ کو بتایا کہ ڈاکٹر صاحب نے ابھی تک ایسا کام نہیں کیا جس پر نوبل انعام ملے سکے تاہم اگلے سال وہ ایک کام کریں گے جس پر یہ انعام انہیں مل جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور 1979ء میں محترم ڈاکٹر صاحب کو نوبل انعام کا حقدار قرار دیا گیا۔

✽ حضورؒ خود فرماتے ہیں کہ دورۂ افریقہ کے دوران سیرالیون میں ایک افریقی خاتون نے (جس کی شادی کو 39 سال ہوچکے تھے اور اس کے کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی) بار بار بیٹے کی پیدائش کے لئے دعا کی درخواست کی۔ گو بظاہر حالات ایسے نہیں تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور شادی کے 40 سال بعد اُس کو بیٹے سے نوازا۔

✽ محترم مولوی عبدالوہاب آدم صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضورؒ کے دورۂ غانا کے دوران ایک خاتون حاضر ہوئی۔ اُس کے آنسو بہہ رہے تھے اور بولنا مشکل تھا۔ جب اُس نے اپنے جذبات پر کسی قدر قابو پالیا تو بتایا کہ ڈاکٹروں نے بتایا ہے کہ اُس کے رحم میں کینسر ہے اور اس لئے وہ بچہ پیدا کرنے کے قابل نہیں ہے۔ حضورؒ نے پوچھا: کیا ڈاکٹر خدا ہیں؟ اُس خاتون نے نفی میں جواب دیا تو حضورؒ نے فرمایا: ’’تم یقین رکھو کہ خداتعالیٰ تمہیں کئی بچوں سے نوازے گا‘‘۔ چنانچہ خداتعالیٰ کے فضل سے اس خاتون کے ہاں چھ بچے پیدا ہوئے۔

✽ حضورؒ نے خود یہ واقعہ بیان فرمایا تھا کہ ایک قانونی معاملہ میں آپؒ کو بہت زیادہ تشویش تھی اور اس میں کامیابی کے لئے آپؒ مسلسل دعا کررہے تھے کہ ایک رات بستر میں جانے سے قبل حضورؒ کے دائیں کان میں کسی نے بلند آواز سے کہا: ’’مبارک ہووے‘‘۔ حضورؒ نے اُدھر دیکھا تو کوئی شخص موجود نہیں تھا۔ چنانچہ حضورؒ کو اس مقدمہ میں کامیابی کا یقین ہوگیا اور اگلے ہی روز یہ خبر مل بھی گئی۔

✽ مکرم عطاء الرحمٰن محمود صاحب بیان کرتے ہیں کہ 1974ء میں جب مَیں .F.A کے امتحان کی تیاری کررہا تھا اور اپنے گاؤں میں مقیم تھا تو میرے پاؤں پر چنبل نمودار ہوئی اور شدید تکلیف کی وجہ سے چلنا پھرنا بھی مشکل ہوگیا۔ اس حالت میں ایک بزرگ احمدی کے کہنے پر حضورؒ کی خدمت میں بیماری سے شفایابی اور امتحان میں کامیابی کے لئے دعا کی درخواست تحریراً بھجوائی۔

تکلیف اس قدر شدید تھی کہ مَیں بیل گاڑی پر گاؤں سے بس اڈّہ پر جاتا اور پھر دو دوستوں کے سہارے سے بس میں سوار ہوکر کالج پہنچتا۔ امتحان کی تیاری بھی اچھی طرح نہ کرسکا۔ دو تین پرچے ہوگئے تو میری حالت سنبھلنے لگی۔ چند روز بعد حضورؒ کی طرف سے میرے خط کا جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ معجزانہ شفا عطا فرمائے اور امتحان میں نمایاں کامیابی سے نوازے۔ خداتعالیٰ نے حضورؒ کی دعاؤں کو قبول فرمایا اور نہ صرف مجھے شفا عطا فرمائی اور دوبارہ یہ تکلیف آج تک نہیں ہوئی بلکہ امتحان کا نتیجہ نکلا تو مَیں کالج میں اوّل آیا۔

……✽……✽……✽……

ماہنامہ ’’تحریک جدید‘‘ ربوہ جون 2010ء میں محترمہ صاحبزادی امۃالقدوس بیگم صاحبہ کی حضرت خلیفۃالمسیح الثالثؒ کی وفات کے حوالہ سے کہی جانے والی ایک طویل نظم شامل اشاعت ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

آنکھ جس کی یاد میں ہے خونچکاں رخصت ہؤا
جس کے غم میں دل سے اٹھتا ہے دھواں رخصت ہؤا
حوصلہ ایسا کہ انساں دیکھ کر حیران ہو
صبر و ہمت کا وہ اِک کوہِ گراں رخصت ہؤا
جس کے آگے چُپ ہوئے سب عالمانِ ذی وقار
اہل علم و اہل دانش ، نکتہ داں رخصت ہؤا
حسن ، احساں ، پیار ، شفقت یاد کیا کیا آئیں گے
وہ شہِ خوباں ، نگارِ دلبراں رخصت ہؤا
جس کا چہرہ دیکھ کر تسکین پا جاتے تھے دل
زندہ دل ، روشن جبیں ، شیریں دِہاں رخصت ہؤا
سنگ و ابریشم کی یکجائی سے تھا اُس کا خمیر
نرم فطرت ، نرم خُو ، پہ سخت جاں رخصت ہؤا

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide
March 06, 2015 – March 12, 2015

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday March 06, 2015

00:05	World News
00:25	Tilawat: Surah An-Naba and Surah An-Naazi'aat with Urdu translation.
00:40	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 35
01:05	Waqf-e-Nau Ijtema Boys: Rec. March 01, 2015.
02:10	Spanish Service: Programme no. 11
03:05	Pushto Muzakarah: Discussion about Seerat Hadhrat Musleh Ma'ood[ra]
03:40	Tarjamatul Qur'an Class: Surah Al Saffat, verses 138 – 183. Class No. 234. Recorded on March 11, 1998.
04:50	Liqa Maal Arab: Session no. 4
06:00	Tilawat: Surah An-Naazi'aat verses 17-47 with Urdu translation.
06:15	Dars-e-Hadith: The topic is 'Status of Women'.
06:30	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 36
07:00	Jalsa Salana Germany Address: Recorded on June 25, 2011.
07:55	Pandit Lekh Ram: Part 1 of an Urdu discussion about the prophecy of Pandit Lekh Ram.
08:25	Rah-e-Huda: Recorded on February 28, 2015.
10:00	Indonesian Service
11:00	Deeni-O-Fiqahi Masail: Programme no. 59
11:35	Tilawat: Surah Saad, verses 1-43.
11:55	Seerat-un-Nabi: The topic is 'having trust in Allah'
12:30	Live Transmission From Baitul Fatuh
13:00	Live Friday Sermon
14:00	Live Transmission From Baitul Fatuh
14:35	Shotter Shondane: Recorded on February 26, 2015. Part 2.
15:40	Pandit Lekh Ram [R]
16:20	Friday Sermon [R]
17:30	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:30	Jalsa Salana Germany Address [R]
19:30	Discover Alaska: A journey to Alaska, the largest state of the United States.
20:15	Deeni-O-Fiqahi Masail [R]
21:00	Friday Sermon [R]
22:20	Rah-e-Huda [R]

Saturday March 07, 2015

00:00	World News
00:10	Tilawat & Dars-e-Hadith [R]
00:20	Yassarnal Qur'an [R]
00:55	Jalsa Salana Germany Address [R]
02:10	Friday Sermon: Recorded on 06 March, 2015.
03:15	Deeni-O-Fiqahi Masail [R]
04:50	Liqa Maal Arab: Session no. 5
06:00	Tilawat: Surah Abasa verses 1-43 with Urdu translation.
06:15	Dars-e-Malfoozat: The topic is 'Obedience'
06:30	Al-Tarteel: Lesson no. 28
07:00	Waqf-e-Nau Ijtema Girls: Recorded on February 28, 2015.
08:00	International Jama'at News
08:30	Story Time: Programme no. 64
09:00	Question And Answer session: Recorded on October 21, 1995. Part 2.
10:00	Indonesian Service
11:00	Friday Sermon [R]
12:15	Tilawat: Recitation of Surah Saad, verses 44-89.
12:30	Al-Tarteel [R]
13:00	Live Intikhab-e-Sukhan: A poem request programme.
14:00	Shotter Shondane: Rec. February 27, 2015 part 1
15:05	Pandit Lekh Ram: Part 2 of an Urdu discussion about the prophecy of Pandit Lekh Ram
16:00	Live Rah-e-Huda
17:35	Al-Tarteel [R]
18:05	World News
18:30	Live Al Hiwar-ul-Mubashir: An Arabic discussion programme
20:30	International Jama'at News [R]
21:00	Rah-e-Huda [R]
22:30	Story Time [R]
22:55	Friday Sermon [R]

Sunday March 08, 2015

00:10	World News
00:30	Tilawat & Dars-e-Malfoozat [R]
00:55	Al-Tarteel [R]
01:25	Waqf-e-Nau Ijtema Girls [R]
02:15	Story Time [R]
02:50	Friday Sermon: Recorded on March 06, 2015.
04:00	Pandit Lekh Ram [R]
04:35	Liqa Maal Arab: Session no. 6
06:00	Tilawat: Surah At-Takweer and Surah Al-Infitaar with Urdu translation.
06:10	Yassarnal Qur'an: Session no. 36
06:40	Waqf-e-Nau Ijtema Boys: Rec. March 01, 2015.
07:45	Faith Matters: Programme no. 164
08:55	Question And Answer Session: Recorded on February 15, 1998, part 1.
10:00	Indonesian Service
11:00	Friday Sermon: Spanish translation of Friday sermon delivered on February 07, 2014.
12:05	Tilawat: Surah Az-Zumar, verses 1-18.
12:20	Aao Husne Yar Ki Baatain Karain: A programme presenting extracts from the writings of the Promised Messiah[as]
12:30	Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on March 06, 2015.
14:10	Live Shotter Shondhane: A Bengali programme
15:15	Waqf-e-Nau Ijtema Boys [R]
16:20	Ashab-e-Ahmad: A discussion about the lives of the companions of the Promised Messiah[as].
16:50	Kids Time: Programme no. 34
17:25	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:25	Waqf-e-Nau Ijtema Boys [R]
19:30	Live Beacon of Truth
20:40	Roots To Branches: A discussion programme about the history of Jama'at.
21:10	Open Forum: The topic is 'peace and justice'.
22:00	Friday Sermon [R]
23:10	Question And Answer Session [R]

Monday March 09, 2015

00:15	World News
00:35	Tilawat & Dars-e-Hadith [R]
00:50	Aao Husne Yar Ki Baatain Karain [R]
01:05	Yassarnal Qur'an [R]
01:35	Waqf-e-Nau Ijtema Boys [R]
02:40	Roots To Branches [R]
03:10	Friday Sermon [R]
04:20	Open Forum [R]
04:55	Liqa Maal Arab: Session no. 7
06:00	Tilawat: Surah Al-Infitaar and Surah Al-Tatfif with Urdu translation.
06:15	Dars-e-Hadith: The topic is 'importance of brotherhood in Islam'
06:35	Al-Tarteel: Lesson no. 28
07:05	Inauguration Of Tahir Mosque: Recorded on February 11, 2012.
08:00	International Jama'at News
08:35	Prophecies In The Bible: Programme no. 6.
09:00	Rencontre Avec Les Francophones: Recorded on December 19, 1997.
10:00	Friday Sermon: Indonesian translation of Friday sermon delivered on November 14, 2014.
11:05	Taqareer: A speech delivered by Kamal Yousuf.
11:30	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood: Programme 90.
12:00	Tilawat: Surah Az-Zumar, verses 19-32.
12:35	Al-Tarteel [R]
13:05	Friday Sermon: Recorded on May 22, 2009.
14:00	Bangla Shomprochar
15:05	Taqareer [R]
15:30	Prophecies In The Bible [R]
15:55	Rah-e-Huda: Recorded on March 07, 2015.
17:25	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:25	Inauguration Of Tahir Mosque [R]
19:20	Somali Service
19:50	John Alexander Dowie
20:45	Rah-e-Huda [R]
22:15	Friday Sermon[R]
23:05	Taqareer [R]
23:30	Prophecies In The Bible [R]

Tuesday March 10, 2015

00:00	World News
00:20	Tilawat & Dars-e-Hadith [R]
01:00	Al-Tarteel [R]
01:35	Inauguration Of Tahir Mosque [R]
02:30	Kids time [R]
03:00	Friday Sermon [R]
04:00	John Alexander Dowie [R]
04:55	Liqa Maal Arab: Session no. 8
06:00	Tilawat: Surah Al-Tatfif and Surah Al-Inshiqaaq with Urdu translation.
06:15	Dars Majmooa Ishteharaat
06:30	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 37.
07:00	Gulshan-e-Waqf-e-Nau Atfal: Recorded on November 10, 2012.
08:05	Aao Urdu Seekhain: Programme no. 13.
08:30	Australian Service
09:00	Question And Answer Session: Recorded on February 15, 1998, Part 1.
10:00	Indonesian Service
11:00	Friday Sermon: Sindhi translation of Friday sermon delivered on March 06, 2015.
12:05	Tilawat: Surah Az-Zumar, verses 33-52.
12:20	Dars Majmooa Ishteharaat [R]
12:30	Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Faith Matters: Programme no. 165
14:05	Shotter Shondane
15:05	Spanish Service: Programme no. 7
15:40	Aao Urdu Seekhain [R]
16:00	Press Point: Recorded on February 22, 2015.
17:00	MTA Travel: A travel programme featuring a visit to Andalucia, Spain.
17:30	Yassarnal Qur'an[R]
18:00	World News
18:20	Gulshan-e-Waqf-e-Nau Atfal [R]
19:30	Friday Sermon: Arabic translation of Friday sermon delivered on March 06, 2015.
20:30	Aao Urdu Seekhain [R]
21:00	Press Point [R]
22:00	Faith Matters [R]
23:05	Question And Answer Session [R]

Wednesday March 11, 2015

00:10	World News
00:25	Tilawat [R]
00:35	Yassarnal Qur'an [R]
01:00	Gulshan-e-Waqf-e-Nau Atfal [R]
02:10	MTA Travel [R]
02:35	Aao Urdu Seekhain [R]
03:00	Press Point [R]
04:00	Noor-e-Mustafwi: Programme no. 10
04:15	Aadab-e-Zindagi
04:55	Liqa Maal Arab: Session no. 9
06:00	Tilawat: Surah Al-Inshiqaaq and Surah Al-Burooj with Urdu translation.
06:15	Dars-e-Hadith
06:30	Al-Tarteel: Lesson no. 28
07:00	Jalsa Salana Holland Address: Rec. May 19, 2012.
08:00	Convocation 2014 Jamia Rabwah
08:55	Question And Answer Session: Recorded on October 21, 1995, part 2.
09:55	Indonesian Service
11:00	Friday Sermon: Swahili translation of Friday sermon delivered on March 06, 2015.
12:05	Tilawat: Surah Az-Zumar, verses 53-76.
12:20	Al-Tarteel [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on May 22, 2009.
13:55	Shotter Shondane: Rec. March 1, 2015, part 1.
15:00	Deeni-O-Fiqahi Masail: Programme no. 58.
15:30	Kids Time: Programme no. 34
16:05	Faith Matters: Programme no. 163
17:10	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:25	Jalsa Salana Holland Address [R]
19:15	French Service: Programme no. 24
20:15	Deeni-O-Fiqahi Masail [R]
21:20	Friday Sermon [R]
22:40	Intikhab-e-Sukhan: Recorded on March 07, 2015

Thursday March 12, 2015

00:00	World News
00:15	Tilawat [R]
00:30	Al-Tarteel [R]
01:05	Jalsa Salana Holland Address [R]
02:00	Deeni-o-Fiqahi Masail [R]
02:30	Convocation 2014 Jamia Rabwah [R]
03:50	Faith Matters [R]
04:55	Liqa Maal Arab: Session no. 10
06:00	Tilawat: Surah Al-Burooj, Surah At-Taariq and Surah Al-A'laa with Urdu translation.
06:15	Dars-e-Malfoozat: The topic is 'prayers'.
06:20	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 29
06:35	Inauguration Of Baitul Wahid Mosque: Recorded on February 24, 2012.
07:05	Aadab-e-Zindagi: The topic is 'Etiquettes of Conversation'.
08:10	Beacon Of Truth: Rec. February 22, 2015.
09:10	Tarjamatul Qur'an Class: Surah Al-Saffat verses 177 - 183 and Surah Sad, verses 1 – 27. Recorded on March 17, 1998.
10:20	Indonesian Service
11:20	Japanese Service
12:25	Tilawat: Surah Al-Mu'min, verses 1-20.
12:40	Yassarnal Qur'an [R]
12:55	Friday Sermon: Recorded on March 06, 2015.
14:00	Shotter Shondane: Recorded on March 1, 2015, part 2.
15:05	Aadab-e-Zindagi
15:40	Aao Urdu Seekhain: Programme no. 13.
16:05	Persian Service: Programme no. 24.
16:30	Tarjamatul Qur'an Class [R]
17:40	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:30	Inauguration Of Baitul Wahid Mosque [R]
19:30	Live German Service
20:35	Faith Matters [R]
21:50	Kasre Saleeb: Programme no. 13
22:45	Beacon Of Truth [R]

Please note MTA2 will be showing French service at 16:00 & German service at 17:00 (GMT).

Al Fazl International Weekly, London

TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587

Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 22 | Friday 27 February , 2015 | Issue No. 09

ہیومینٹی فرسٹ انٹرنیشنل کی طرف سے مالی میں آئی کیمپ کا انعقاد

1043/افراد کی آنکھوں کا معائنہ و علاج۔ 205 مریضوں کے مفت آپریشن

(رپورٹ از محمود ناصر ثاقب۔ امیر جماعت احمدیہ مالی)

اس وقت دنیا میں غربت و افلاس کے مختلف تجزیے پیش کئے جارہے ہیں اور ان کے حل کے لئے بڑے دعوے کئے جا رہے ہیں لیکن عملاً بہت سارا کام رپورٹوں اور تجزیوں تک ہی محدود ہے۔ غربت و افلاس اپنے پھن پھیلائے بڑھتی ہی جارہی ہے۔ بھوک اور بیماریاں غریبوں کو نگل رہی ہیں۔ انسانیت بلک رہی ہے۔ ہزاروں لوگ بھوک اور بیماریوں اور بنیادی ضروریات از قسم صاف پانی

کی عدم فراہمی کی وجہ سے مر رہے ہیں اور صاحب ثروت ڈھول پیٹ رہے ہیں کہ ہم مسیحا ہیں۔ خصوصاً افریقہ کے غریب ملکوں میں بڑی طاقتیں اپنے اپنے مقاصد کے لئے مدد کے نام پر تماشے کررہی ہیں اور کروڑوں کے بجٹ محض نمود و نمائش اور اپنی پبلسٹی پر لگا کر فنڈ ریزنگ کررہی ہیں۔

اس اندھیرے دور میں غلام مسیح الزمان حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے انسانیت کی بے لوث خدمت کے لئے اپنے دست مبارک سے ہیومینٹی فرسٹ کا ادارہ قائم فرمایا کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دلی خواہش کو پورا کرسکیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہے:

بدیں شادم کہ غم از بہر مخلوق خدا دارم
ازیں در لذتم کز درد مے خیز وز دل راہم

میں تو اس پر خوش ہوں کہ مخلوق خدا کا غم رکھتا ہوں اور اس کے باعث میرے دل سے جو آہ نکلتی ہے اس میں مگن ہوں۔

مرا مقصود و مطلوب و تمنّا خدمت خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسم ہمیں راہم

میرا مقصود اور میری خواہش خدمت خلق ہے۔ یہی میرا کام ہے۔ یہی میری ذمہ داری ہے۔ یہی میرا فریضہ ہے۔

غم خلق خدا صرف از زبان خوردن چہ کار است ایں
گرش صد جان بپا ریزم ہنوزش عذر می خواہم

صرف زبان سے خلق خدا کے غم کھانے کا کیا فائدہ۔ اگر اس کے لئے سو جانیں بھی فدا کروں تب بھی معذرت کرتا ہوں۔

آج اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی رہنمائی میں ادارہ خدمت خلق کی نئی مثالیں قائم کررہا ہے اور دنیا کے تمام برّ اعظموں میں بلاتفریق مذہب و ملّت، رنگ و نسل شب و روز خدمت انسانیت میں مصروف ہے۔

مالی جو دنیا کے غریب ترین ممالک میں شمار ہوتا ہے، مغربی افریقہ کا صحرائی ملک ہے جس کا آٹھ لاکھ مربع کلومیٹر سے زائد علاقہ صحارا اعظم کا حصہ ہے جس میں ٹمبکٹو وغیرہ معروف شہر ہیں، بارشیں بہت کم ہونے کی وجہ سے ہر چند سالوں کے بعد قحط سالی ہوتی ہے۔ ہیومینٹی فرسٹ نے 2005ء میں یہاں خدمت انسانیت کے کاموں کا آغاز کیا اس وقت سے لے کر ہزاروں خاندانوں کو خوراک، ہزاروں مریضوں کا علاج، ہزاروں بچوں کو تعلیمی وظائف، سلائی سنٹرز اور کمپیوٹر سنٹرز سے ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو ہنر سکھایا ہے، سینکڑوں نلکوں کی مرمّت کے علاوہ اب سکولوں کی تعمیر اور کلینکس کا قیام ہورہا ہے۔ الحمدللہ

جلسہ سالانہ 2014ء کے بعد ہیومینٹی فرسٹ انٹرنیشنل کے چیئرمین مکرم احمد یحییٰ صاحب نے ہیومینٹی فرسٹ مالی کے وفد کے ساتھ ایک میٹنگ کی جس میں کاموں کا جائزہ لیا اور مزید کاموں کی منظوری دی جن میں مالی میں موتیا کے دو سو فری آپریشن کرنے کی بھی اجازت دی گئی۔ مالی میں موتیا کی بیماری بہت عام ہے۔ علاوہ دیگر وجوہات کے مالی ایک صحرائی ملک ہے جہاں ریت کے جھکڑ چلتے ہیں پانی کی کمی ہے جس کی وجہ سے آنکھوں کے انفیکشن کی بیماری بہت عام ہے۔ لوگوں کے پاس معاشی وسائل کی کمی ہے۔ نیز عدم علم اور توجہ کی وجہ سے بہت سے لوگ بینائی کھو بیٹھتے ہیں۔ اس لئے ہماری درخواست پر جب یہ اجازت ملی تو ہم نے ''ہیومینٹی فرسٹ میڈیکل سنٹر بماکو'' میں اس کا اہتمام کیا۔ اس کے لئے ہم نے ہسپتال کے ایک حصہ کو آئی بلاک بنایا، چونکہ سرجری کے لئے اپنا

باقی صفحہ نمبر 14 پر ملاحظہ فرمائیں

سالِ نو کے آغاز پر جماعت احمدیہ ڈنمارک کے زیر اہتمام وقارِ عمل

پورے ملک میں وسیع پیمانہ پر پذیرائی، میڈیا میں کوریج اور ملک کے طول و عرض میں جماعت احمدیہ کے پیغام کی اشاعت

(رپورٹ مرتبہ۔ نعمت اللہ بشارت۔ مبلغ سلسلہ ناکسکو ۔ ڈنمارک)

جماعت احمدیہ ڈنمارک گزشتہ چار سال سے نئے سال کے آغاز پر کوپن ہیگن کے ٹاؤن ہال سے ملحقہ شہر کے گنجان آباد علاقہ میں مقامی انتظامیہ کے ساتھ مل کر وقارعمل منارہی ہے۔ اگرچہ ہر سال محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقارعمل کے ذریعہ کثیر تعداد تک احمدیت کا پیغام بھی پہنچ جاتا ہے تاہم اس بار تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ وقارعمل بے حد کامیاب رہا اور میڈیا میں اس کی بے مثال پذیرائی ہوئی۔ جس نے ڈینش عوام کے دلوں پر گہرے نقوش چھوڑے اور اس حقیر اور چھوٹی سے کاوش کے ذریعہ تین ملین افراد یعنی ملک کی قریباً نصف آبادی تک اسلام و احمدیت کا پیغام نہایت احسن طور پر پہنچانے کے سامان خود خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے پیدا فرمادئے۔

امسال بھی نئے سال کا آغاز محترم جناب امیر صاحب ڈنمارک کی اقتدا میں اجتماعی نماز تہجد سے ہوا جس

میں یک صد سے زائد مرد و خواتین نے شمولیت کی۔ نماز فجر کی ادائیگی کے بعد محترم محمد زکریا خان صاحب امیر و مشنری انچارج ڈنمارک نے درس قرآن کریم دیا جس میں آپ نے خلافت کی برکات پر نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی نیز برکات خلافت اور اس کی اطاعت کے بارے میں بعض ایمان افروز واقعات بیان فرمائے۔ اختتام درس پر آپ نے دعاؤں کی طرف خصوصی توجہ دلاتے ہوئے اجتماعی دعا کروائی۔

ناشتہ کے بعد خدام، اطفال اور انصار جن کی کُل تعداد قریباً 50 تھی پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق مقام وقارعمل کی طرف روانہ ہوئے جہاں محترم امیر صاحب اور مکرم صدر صاحب خدام الاحمدیہ کی نگرانی میں منظّم طور پر وقارعمل شروع ہوا جو قریباً دو گھنٹہ تک جاری رہا۔ اگرچہ موسم میں کافی خنکی تھی تاہم شاملین نے نہایت گرمجوشی سے وقارعمل میں بھرپور حصہ لیا اور مجوزہ علاقہ کی صفائی کا کام وقت مقررہ کے اندر اندر ختم کرلیا۔ یہ جگہ چونکہ کوپن ہیگن کے عین وسط میں اور کاروباری مرکز میں واقع ہے اس لیے رخصت کے باوجود یہاں ایک گونہ رونق تھی۔ ہر راہگزر ہمارے اس وقارعمل پر خوشی کا اظہار کیے بغیر یہاں سے نہ گزرتا۔

میڈیا میں سب سے پہلی خبر

اس موقع پر ایک فوٹو جرنلسٹ Niels Hougaard کا وہاں سے گزر ہوا۔ اس نے وقارعمل کی چند فوٹوز لیں اور اپنی پہلی فرصت میں ایک خوبصورت فوٹو حسب ذیل تبصرہ کے ساتھ اپنی فیس بک (Facebook) میں نشر کرتے ہوئے لکھا۔

''اسلام احمدیہ جماعت Hvidovre کے چالیس افراد نے ایک گھنٹہ میں ٹاؤن ہال کے ملحقہ علاقہ میں نئے سال کی آتش بازی کے کوڑا کرکٹ کی صفائی کا کام مکمل کرلیا۔ ڈنمارک کے سب سے اوّلین مسلمانوں کی جماعت کی روایت ہے کہ وہ نئے سال کی صبح چھ بجے نماز کے لیے جمع ہوتے ہیں اور پھر ٹاؤن ہال میں صفائی کے کام میں مصروف ہوجاتے ہیں جبکہ سارا شہر نیند میں مگن ہوتا ہے۔ امسال انہوں نے چمکیلی واسکٹ پہن کر جس پر 'محبت سب کے لیے۔ نفرت کسی سے نہیں' کا سلوگن درج تھا Strøget کے مقام سے اپنے کام کا آغاز کیا۔''

اس خبر کے نشر ہوتے ہی ہزارہا لوگوں نے اس خبر کو پڑھا۔ وقارعمل کی یہ خبر میڈیا میں چند گھنٹوں میں اس قدر پھیلی کہ بارہ مختلف اخبار اور نیشنل ٹی وی نے فوری طور پر اس خبر کو اپنی اخبارات کے صفحہ پر لگا دیا۔ اور اسی طرح نیشنل ٹی وی نے اس خبر کو مختلف اوقات میں نشر کیا۔ اس خبر کو سوشل میڈیا میں اس قدر پذیرائی ملی کہ شام تک اس خبر

باقی صفحہ نمبر 13 پر ملاحظہ فرمائیں